اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي

نِکَاحِ
علی فاطمہ

تصنیفِ لطیف

حُضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

محمد فیض احمد اویسی رضوی
رحمۃ اللہ علیہ





Visit Owaisi Books

www.faizahmedowaisi.com

عرضِ مؤلّف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

امابعد! ترجمہ روح البیان کے دوران بعض مقامات پر مفسر القرآن علامہ امام اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین مُفَصَّلُ (تفصیل شدہ) ہوتے یا کہیں تفصیل کی ضرورت ہوتی تو فقیر ہر دونوں صورتوں میں اضافہ وترمیم (کمی بیشی) کر کے اسے رسالہ یا مستقل تصنیف بنالیتا۔ اِنہیں مضامین میں نکاحِ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ہے۔ اسے فقیر نے تفسیر روح البیان سے علیحدہ کر کے چند اضافے مع حالات سیدنا علی المرتضیٰ وسیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھ کر اس تصنیف کا نام رکھا "نکاح علی بہ فاطمہ"۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّی اللّٰہُ علیٰ حَبِیْبِہِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْن وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

ھٰذَا آخِرُ مَارَقَمَہٗ قَلَمُ

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

بہاول پور، وارد باب المدینہ کراچی پاکستان

یکم جمادی الاوّل ۱۴۲۴ھ بعد صلوٰۃ الفجر

بر مکان الحاج بشیر احمد اویسی

نوبل ہائٹس نزد چاندنی سینما (پرانی سبزی منڈی) کراچی

تعارف: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ کی کُنیّت ابوالحسن مشہور ہے لیکن آپ کو ابوتُراب (یعنی مٹی والے) کُنیّت مرغوب (پسند) تھی اس لئے کہ یہ کُنیّت آپ کو رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمائی تھی آپ کی والدۂ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں۔ آپ اسلام قبول کرنے والی اور ہجرت کرنے والی پہلی ہاشمی خاتون ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور مواخات[1] کے وقت حضور اکرم ﷺ نے آپ کو بھائی بنایا تھا (ویسے بھی چچازاد بھائی تھے) آپ مُتَبَحِّرِ عالم (علم کا سمندر)، بہادری میں مشہور، بے مثل زاہد اور بہترین خطیب تھے۔ آپ کا شمار اُن لوگوں میں ہے جنہوں نے قرآن جمع کر کے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ آپ پہلے بنی ہاشمی خلیفہ ہیں۔

---

1) جب نبی اکرم ﷺ مدینہ ہجرت فرماکر تشریف لائے تو مہاجرین بے سروسامان تھے، جبکہ انصار (مدینہ کے مقامی مسلمان) خوشحال اور زمین وجائداد کے مالک تھے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان "مواخات" یعنی بھائی چارہ قائم فرمایا۔ (س رضا)

سَابِقُ الایمان: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیم الاسلام (پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں سے) ہیں۔ حضرت ابن عباس، حضرت انس، حضرت زید بن ارقم، حضرت سلمان فارسی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے اَوَّلُ الْاِیْمَان (پہلے مسلمان) ہونے پر متّفق ہیں اور اسی پر بعض صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ ابو یعلی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا: دوشنبہ (پیر) کو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت ہوئی اور میں دوشنبہ کے دن اسلام لایا یا اسلام لانے کے وقت آپ کی عمر دس سال تھی۔ کچھ نے نو سال بعض نے آٹھ سال اور بعض نے اس سے بھی کم بتائی ہے۔ ابن سعد میں ہے حضرت حسن بن زید فرماتے ہیں کہ بچپن میں بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بُت پرستی نہیں کی۔ یونہی سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق منقول ہے۔[2]

خصوصیاتِ علی رضی اللّٰہ عنہ:

(۱) ہجرت کے وقت حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ میرے بعد تم چند دن تک مکہ ہی میں رہنا اور لوگوں کی ہمارے پاس جو امانتیں اور وصیتیں ہیں وہ اُن کے وارثوں تک پہنچادینا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حکم کی تعمیل فرمائی۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوائے غزوۂ تبوک کے باقی تمام غزوات میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے شانہ بشانہ شریک رہے غزوۂ تبوک کے وقت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُنہیں اپنا خلیفہ بناکر مدینہ ہی میں رہنے کا حکم فرمایا تھا۔ باقی تمام غزوات و سَرایا[3] میں آپ کی شجاعت و بہادری کے کمالات و کارنامے بہت مشہور ہیں۔

(۳) حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ کو جنگِ اُحد میں سولہ زخم آئے تھے۔ بخاری و مسلم میں مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ روایت ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آپ کو جنگِ خیبر میں عَلَم (جھنڈا) عطا فرمایا تھا اور آپ کے ہاتھوں فتحِ خیبر کی پیشگوئی بھی فرمائی تھی۔ آپ کے بہادرانہ کارنامے اور زورِ بازو کے بہترین نتائج بھی مشہور ہیں۔

حُلیہ مبارکہ: آپ فربہ اَنْدَام (بھاری جسم والے) تھے۔ خَوْدْ[4] استعمال کرنے کے باعث سر کے بال اُڑ گئے تھے۔ آپ کا جسم مضبوط، قد میانہ رو بہ پستی تھا، باعتبار تناسب اعضاء پیٹ کچھ بڑا تھا داڑھی گھنی تھی، کندھوں کے درمیان گوشت بھرا ہوا تھا، پیٹ سے نیچے کا دھڑ بھاری تھا، رنگت گندمی جب کہ جسم پر بال لمبے لمبے تھے۔

شجاعت وکرامت: ابنِ عساکر میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے جنگِ خیبر میں خیبر کا دروازہ اپنی پیٹھ پر اٹھالیا تھا اور اسی دروازے پر چڑھ کر مسلمانوں نے اندر داخل ہو کر خیبر کو فتح کرلیا تھا۔ پھر وہ دروازہ آپ نے پھینک دیا تھا جب اس دروازے کو وہاں سے ہٹایا گیا تو چالیس سے زائد افراد نے اس کو وہاں سے گھسیٹ کر اٹھایا تھا۔ ابنِ اسحاق نے مغازی میں اور ابن عساکر بروایت ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کرتے ہیں کہ جنگِ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلعہ کا دروازہ اُکھیڑ کر کافی دیر تک ہاتھوں پر اٹھائے رکھا اور بطورِ ڈھال اُسے استعمال کیا۔ قلعہ فتح ہونے کے بعد آپ نے اُسے پھینک دیا۔ جنگ کے بعد ہم نے اسے ہلانا چاہا ہم اسّی (۸۰) افراد سے وہ ہلا بھی نہیں تھا۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ہے۔

---

2) تلقيح فهوم أهل الأثر لابن الجوزى، حرف الْيَاء، تَسْمِيَة من رفض عبَادَة الْأَصْنَام فِي الْجَاهِلِيَّة، ص 333، شركة دار الأرقم بن أبي الأرقم بيروت

3) غزوہ وہ جنگ یا مہم جن میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بنفس نفیس شریک ہوئے ہوں۔ اور سرایا جس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تو شریک نہیں ہوئے بلکہ کسی صحابی کو سپہ سالار بنا کر بھیجا ہو۔ (س رضا)

4) وہ دھات کا خول یا ٹوپی جو جنگ میں سر کی حفاظت کے لیے پہنی جاتی تھی، یعنی خُودِ جنگ۔ (س رضا)

کُنیّتُ ابو تُراب (یعنی مٹی والے) کی وجہ: بخاری کتاب الادب میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو تُراب (یعنی مٹی والے) اپنی کُنّیتْ بہت ہی پسند تھی اور جب آپ کو اس کُنّیتْ سے پکارا جاتا تو مُسَرَّتْ (خوشی) کا اظہار فرماتے تھے اور اس پسندیدگی کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ نے ہی اُنہیں یہ کُنّیتْ عطا فرمائی تھی۔ یہ کُنّیتْ عطا فرمانے کا باعث یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی بات پر حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خفا ہو کر مسجد میں آ کر لیٹ گئے تو آپ کے جسم پر مٹی لگ گئی۔ حضور ﷺ خود مسجد میں آپ کو بلانے کے لئے آئے۔ حضور ﷺ نے آپ کے جسم سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا اٹھو اے ابو تُراب (یعنی مٹی والے)۔

روایات الحدیث: حضور ﷺ سے پانچ سو چھیاسی (۵۸۶) حدیثیں روایت کی ہیں جب کہ آپ سے روایت کرنے والوں میں آپ کے تینوں فرزند حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، محمد بن حنفیہ، ابن مسعود، ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر، ابو موسیٰ اشعری، ابو سعید، زید ابن ارقم، جابر بن عبد اللہ، ابو امامہ، ابو ہریرہ، و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین عظام علیہم الغفران شامل ہیں۔

فضائلِ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم:

(۱) حاکم میں بروایت امام احمد منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت پر جتنی احادیث ہیں اتنی حدیثیں کسی صحابی کی فضیلت میں نہیں ہیں۔

(۲) بخاری و مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جب حضور ﷺ نے غزوۂ تبوک جاتے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم مدینہ میں ہی رہو تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ آپ بچوں اور عورتوں پر مجھے خلیفہ بنا کر جا رہے ہیں؟" حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہیں ویسے چھوڑ کر جا رہا ہوں جیسے ہارون (علیہ السلام) کو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) چھوڑ کر گئے تھے بس فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ اس سے گھریلو معاملات کی نِیَابَتْ (حفاظت کرنے والا) مراد ہے نہ کہ خلافتِ عُرفی[5] جیسے شیعوں نے سمجھ رکھا ہے۔[6]

(۳) بخاری و مسلم میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: حضور اکرم ﷺ نے جنگِ خیبر کے دوران ایک دن فرمایا: اسلامی پرچم کل میں اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں ان شاء اللہ خیبر فتح ہو گا وہ شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے جب کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ بھی اس سے خوش ہیں۔ ساری رات لوگ آپس میں رائے زنی (سوچ بچار) کرتے رہے کہ کل یہ عَلَم (جھنڈا) کس کو ملتا ہے۔ صبح ہوئی تو ہر شخص یہ خواہش رکھتے ہوئے کہ شاید یہ اعزاز مجھے نصیب ہو جائے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب سب صحابہ حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو آپ نے پوچھا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا ان کی آنکھیں دُکھ رہی ہیں اس لئے خدمت میں نہیں آ سکے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اُنہیں جلدی بلاؤ جب وہ تشریف لائے تو حضور ﷺ نے اپنا لعابِ دہن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں پر لگایا چنانچہ آپ کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ بعد ازاں اسلامی پرچم حضورِ اکرم ﷺ نے اُنہیں عطا فرما دیا جب کہ ہم لوگ سوچتے ہی رہ گئے۔

---

[5] آپ ﷺ کی ظاہری وفات کے بعد خلیفہ بلا فصل ہونا۔ (س رضا)

[6] مراۃ المناجیح، فضائل کا بیان، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل، 8/378، شرح حدیث نمبر 6087، نعیمی کتب خانہ گجرات

(۴) حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت "نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَ اَبۡنَآءَكُمۡ "[7] نازل ہوئی (یعنی آیتِ مباہلہ) تو حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُلا کر جمع کیا اور اللہ سے یہ دعا فرمائی کہ اے میرے معبود یہ ہے میرا کنبہ۔ (رواہ مسلم)

(۵) ترمذی میں ابو سریحہ اور زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا: "جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی مولیٰ ہیں" یہ حدیث مسند احمد اور طبرانی میں بھی ہے بعض روایات میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "یااللہ جو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے محبت رکھتا ہے اس سے تو بھی محبت فرما اور جو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے دشمنی رکھتا ہے تو بھی اس سے دشمنی فرما۔ (مسند) احمد میں ابو الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ لوگوں کو ایک کھلے میدان میں جمع کیا اور فرمایا کہ تم لوگ قسم کھا کر بتاؤ کہ یومِ غدیرِ خم[8] کے موقع پر حضور ﷺ نے میرے حوالے سے کیا فرمایا تھا؟ چنانچہ تیس افراد نے مجمع میں سے کھڑے ہو کر کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمارے سامنے فرمایا تھا: جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی مولیٰ ہیں اے اللہ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے محبت کرنے والوں سے تو بھی محبت فرما اور جو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بغض رکھتے ہیں ان سے دشمنی فرما۔

ازالہ وھم: یہاں مولیٰ بمعنی محبوب ہے[9] نہ کہ جس طرح شیعہ کہتے ہیں وہ غلط اس لئے ہے کہ حضور علیہ السلام انبیاء کے بھی مولیٰ ہیں جبکہ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی نہیں۔

(۶) ترمذی اور حاکم میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ چار اشخاص سے اللہ تعالیٰ نے مجھے محبت رکھنے کا حکم فرمایا ہے اور مجھے مطّلع کیا گیا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ بھی محبت فرماتا ہے۔ لوگوں نے حضور اکرم ﷺ سے ان کے نام پوچھے تو فرمایا: ان میں سے ایک علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ کہا گیا باقی تین اشخاص یہ ہیں۔ حضرت ابو ذر غفاری، حضرت مقداد اور حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

(۷) ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں حبشی بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھ سے ہے اور میں علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ہوں۔

فائدہ: یہاں یگانگت مراد ہے جیسے: عربی قواعد میں سے ہے۔

(۸) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: حضور ﷺ نے صحابہ کرام کے درمیان جب بھائی چارہ (رشتہ مواخاۃ) قائم فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر روتے ہوئے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ آپ نے سب صحابہ کو تو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا ہے مگر مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (رواہ ترمذی)

---

1) سورۃ آل عمران: آیت 61

8) یہ واقعہ 10 ہجری میں حجۃ الوداع کے بعد پیش آیا، جب نبی کریم حضرت محمد ﷺ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ واپس جارہے تھے۔ راستے میں غدیر خم (ایک مقام کا نام) پر آپ ﷺ نے قیام فرمایا اور تمام مسلمانوں کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا۔ (س رضا)

8) مرقاۃ المفاتیح، كِتَابُ الْمَنَاقِبِ وَالْفَضَائِلِ، بَابُ مَنَاقِبِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، 3944/9، تحت الحدیث 6103، دار الفکر، بیروت - لبنان، الطبعۃ الأولى 1422ھ

مراۃ المناجیح، فضائل کا بیان، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل، 8/388، شرح حدیث نمبر 6103، نعیمی کتب خانہ گجرات

(۹) صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو جان دیکر اُگا یا۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ مؤمن تجھ سے محبت کرے گا جب کہ منافق دشمنی رکھے گا۔

(۱۰) ترمذی میں ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض کی بناء پر ہم منافق کو پہچان لیتے تھے۔

(۱۱) طبرنی اور (مسند) بزار میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب کہ ترمذی اور (مستدرک) حاکم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اُس کا دروازہ ہیں (یہ حدیث حسن ہے اس حدیث کو موضوع قرار دینے والوں سے غلطی ہوئی ہے)۔

(۱۲) (مستدرک) حاکم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اکرم ﷺ یمن میں (قاضی بناکر) بھیجنا چاہتے تھے تب میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا! میں نو عمر (کم سن) ہوں، معاملات نمٹانے کا تجربہ بھی نہیں ہے پھر بھی آپ مجھے یمن بھیج رہے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے یہ سن کر میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: "اے اللہ اس کے سینے کو منور فرمادے اور اس کی زبان کو پُر اثر بنادے" اس خدا کی قسم جس کے حکم پر بیج سے درخت پیدا ہوتا ہے اس دعا کے بعد کسی مقدمہ اور مسئلے کے حل کرنے میں کبھی مجھے تردّد یا کھٹکا نہیں ہوا اور ہر مقدمہ میں بلاشک وشبہ میں نے صحیح فیصلہ کیا۔

علی المرتضیٰ صحابہ کرام کی نظر میں (رضی اللہ تعالیٰ عنھم)

(۱)ابن سعد میں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے مجھ سے بکثرت احادیث روایت کرنے کا سبب پوچھا تو میں نے جواب دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ رسولِ اکرم نورِ مجسم ﷺ سے جب بھی کچھ پوچھتا تھا تو آپ مجھے وہ بات بہترین طریقے سے سمجھاتے تھے اور جب میں خاموش رہتا تو آپ مجھے خود ہی بتادیتے۔

(۲)حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ سب سے اعلیٰ فیصلے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی فرمایا کرتے تھے۔

(۳)حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ ہم مدینے والوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سب سے زیادہ معاملہ فہم (معاملات کو سمجھنے والے) ہیں۔

(۴)ابن سعد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہم جب بھی کوئی مسئلہ پوچھتے تو ہمیں درست جواب ملتا تھا۔

(۵)حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب کوئی مشکل مسئلہ آتا اور وہاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ ہوتے تو وہ اللہ کی پناہ مانگتے تھے کہ کہیں مسئلہ حل کرنے میں غلطی نہ ہو جائے۔

(۶)سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ کے صحابہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ایسے تھے جو اعلانیہ کہتے تھے جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھو۔

(۷)حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مدینہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر فصل قضایا (علم منطق) اور علم الفرائض (میراث) کو جاننے والا کوئی نہیں تھا۔

(۸)حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اَصحابِ رسول ﷺ میں علم صرف حضرت علی، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھم تک محدود رہ گیا ہے۔

(۹)عبد اللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس علم کی طاقت تھی اُن کے ارادے پختہ، مضبوط اور مُستقل ہوتے تھے۔ آپ خاندان میں بہادر مشہور تھے آپ ابتداء ہی میں اسلام لے آئے آپ دامادِ رسول ﷺ تھے فقہ و سنت کے احکام میں مہارت رکھتے تھے۔ جنگ میں بہادری اور مال و دولت میں سخاوت میں سب سے ممتاز تھے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: تم سب لوگ درخت کی مختلف شاخیں ہو جبکہ میں (آپ ﷺ) اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک ہی درخت کی شاخ ہیں۔

(۱۰)ابن عساکر میں ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں جو کچھ قرآن میں نازل ہوا ہے، ایسا کسی صحابی کی شان میں نہیں ہوا۔

(۱۱)ابن عساکر نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں تین سو آیتیں نازل ہوئیں ہیں۔

(۱۲)طبرانی میں حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کو جب غصّہ آتا تھا تو پھر سوائے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آپ سے کوئی بات نہیں کر سکتا۔

(۱۳)طبرانی میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھنے کو عبادت قرار دیا ہے۔

(۱۴)طبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اٹھارہ ایسی صفتیں ہیں جو کسی اور میں نہیں ہیں۔

(۱۵)حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تین ایسی فضیلتیں ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے حاصل ہوتی تو میں اسے تمام دنیا سے زیادہ محبوب رکھتا۔ لوگوں نے وہ فضیلتیں پوچھیں تو فرمایا: حضور ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے نکاح میں دی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان دونوں کو مسجد میں رکھا، ان کے لئے وہاں جو کچھ حلال ہے میرے لئے نہیں۔ جنگ خیبر میں اسلامی پرچم اُنہیں عطا فرمایا۔

انتباہ: ایسے جزوی فضائل سے کسی دوسرے پر کلی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔

(۱۶)(مسند)ابویعلی اور بزار میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اذیّت (تکلیف) دے گا گویا وہ مجھے اذیّت (تکلیف) دیتا ہے۔

(۱۷)حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا: علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے محبت کرنا گویا مجھ سے محبت کرنا ہے۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی گویا اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور جسے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے دشمنی ہے گویا اس کی مجھ سے دشمنی ہے اور مجھ سے دشمنی رکھنا اللہ سے دشمنی رکھنا ہے۔

(۱۸)حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں: میں نے سنا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو برا کہا اس نے گویا مجھے برا کہا اور حاکم میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم تاویلِ قرآن پر ایسے جھگڑتے ہو جیسے: میں کفار سے تنزیلِ قرآن (قرآن کے نُزول) پر جھگڑتا تھا۔

(۱۹)ابویعلی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اکرم ﷺ نے مجھے بلایا اور فرمایا: اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے کہ یہودیوں نے ان سے اتنی دشمنی کی کہ ان کی ماں پر بھی بہتان لگایا جب کہ عیسائیوں نے ان سے ایسی محبت کی جس کے وہ لائق نہ تھے (خدا کا بیٹا بنادیا) یاد رکھو انسان کو دو چیزیں تباہ کر دیتی ہیں ایک تو ایسی محبت کہ محبوب کو ایسی صفتوں سے موسوم کرے جو حقیقتاً اس میں نہیں ہیں دوسرا ایسی دشمنی کہ عداوت میں تہمت لگاتا رہے۔

(۲۰)طبرانی نے اوسط اور صغیر میں حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میں نے سنا حضور ﷺ نے فرمایا: علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن بھی علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مُعاوِنْ (مددگار) ہے۔ یہ دونوں مجھ سے جدا ہو کر پھر کوثر پر مجھ سے آملیں گے۔

(۲۱) (مسند) احمد اور (مستدرک) حاکم میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا: اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دو قسم کے لوگ بہت ہی بدبخت ہیں ان میں ایک تو آلِ ثمود ہیں جنہوں نے اللہ کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں۔ دوسرے وہ جو تمہارے سر پر تلوار مار کر تمہاری داڑھی کو خون آلود کریگا۔

(۲۲) حاکم میں ہے ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں چند افراد نے آکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق شکایت کی۔ آپ نے اسی وقت خطبہ دیا اور فرمایا لوگو! علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شکایت مت کرو اس لئے کہ راہِ خدا میں اور معاملہ خداوندی میں وہ بہت بہتر اور سخت رویہ رکھتے ہیں۔

جنگِ جَمَلْ: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد دوسرے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مدینہ میں تمام صحابہ کرام نے بیعت کرلی تھی جب کہ حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیعت نہ کی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر براہِ مکہ مکرمہ (مکہ مکرمہ سے) بصرہ چلے گئے اور وہاں پہنچتے ہی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قِصاص (بدلہ) کا مطالبہ کردیا پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی خبر ملتے ہی عراق تشریف لے گئے۔ راستے میں بصرہ ہی میں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آمنا سامنا ہوگیا اور جنگ ہوئی جو کہ جنگِ جَمَلْ کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ میں حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کے علاوہ تیرہ ہزار مسلمان مارے گئے۔ یہ واقعہ جمادی الاخرہ ۳۶ھ میں رونما ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پندرہ دن بصرہ رہ کر کوفہ چلے گئے۔

جنگِ صِفّین: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے ہی کوفہ پہنچے تو حضرت امیر معاویہ ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ شامی لشکر ان کے ساتھ تھا ادھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کوفہ سے نکلے ماہ صفر ۳۷ھ میں صِفّین کے مقام پر دونوں میں کئی روز تک خوب جنگ ہوئی آخر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوچ اور فکر کے مطابق شامیوں نے نیزوں پر قرآن شریف بلند کرلئے چنانچہ یہ صورت دیکھ کر لوگوں نے جنگ میں اپنے ہاتھوں کو روک لیا پھر دونوں طرف سے صلح کے لئے ایک ایک آدمی کو حَکم (فیصلہ کرنے والا) بنایا گیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے تھے جب کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نمائندہ تھے۔ دونوں نمائندوں میں ایک معاہدہ طے پایا کہ اگلے سال اصلاحِ اُمّت کے لئے اَذْرُح[10] کے مقام پر اکٹھے ہو کر بات چیت کی جائے گی۔ اس معاہدے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر سمیت شام کی طرف جب کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کو لے کر کوفہ چلے گئے۔

خوارج سے جنگ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوفہ پہنچتے ہی (خوارج کی) ایک جماعت نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علیحدگی اختیار کرلی اور خلافتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مُنْکِرْ (خلاف) ہوگئے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کے ارادے سے حَرُوْرَہ[11] کے مقام پر ایک لشکر ترتیب دیا اور نعرہ لگایا: "لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہ" یعنی حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔

---

10) اذرح ایک قدیم تاریخی مقام ہے جو موجودہ اردن کے علاقے میں واقع تھا، یہ شام اور جزیرۂ عرب کے درمیان ایک گزر گاہ کے طور پر مشہور تھا۔ (س رضا)

11) حروراء عراق میں کوفہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے، یہ نہرِ فرات کے کنارے واقع تھا اور کوفہ سے تقریباً چند میل کے فاصلے پر تھا۔ یہ مقام خوارج کے اجتماع اور بغاوت کی ابتدا کے حوالے سے مشہور ہے۔ (س رضا)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سربراہی میں ان کا سر کچلنے کے لئے ایک لشکر روانہ کیا دونوں میں زبردست جنگ ہوئی کچھ خارجی تو واپس آ گئے اور لشکرِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شریک ہو گئے اور کچھ ایسے تھے جو اپنے عقیدے پر قائم رہے اور نہروان کی طرف فرار ہو گئے۔ نہروان میں انہوں نے ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ آخر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہروان جا کر ان سب کو قتل کر ڈالا۔ ذوالثدیہ [12] بھی اس موقع پر قتل ہو گیا۔ سن ۳۸ھ میں یہ جنگ ہوئی تھی۔

اَذْرُح میں ثالثوں کا فیصلہ: حضرت سعد ابن ابی وقاص، حضرت ابو موسیٰ اشعری اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سابقہ معاہدے کے تحت سن ۳۸ھ میں مقامِ اَذْرُح میں اکٹھے ہوئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دلائل و براہین اور زورِ بیان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حاوی ہو گئے۔ جس کے نتیجے میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سے معزول کر دیا۔ جب کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنا کر خود ان سے بیعت خلافت کر لی۔ لوگوں میں یہ فیصلہ سنتے ہی اختلاف ہو گیا بہت سے لوگوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بدستور قائم ہے اور بہت سے لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علیحدہ ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی انگلیاں چباتے ہوئے بعض اوقات کہتے تھے میں نے اچھا نہیں کیا مجھے امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اطاعت کر لینی چاہیے تھی۔ اس کی تفصیل و تحقیق فقیر کی تصنیف "طُلُوْعُ النَّیِّرَیْنِ فِیْ صُلْحِ الْاَمِیْرَیْنْ" میں پڑھیے۔

تین افراد کے قتل کی سازش: تین خارجیوں عبد الرحمن بن ملجم المرادی، برک بن عبد اللہ التمیمی اور عمرو بن بکیر نے مکہ میں اکٹھے ہو کر آپس میں معاہدہ کیا کہ ہم تینوں حضرت علی، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قتل کر دیں گے تاکہ مسلمانوں میں آئے دن باہمی جھگڑوں کا سلسلہ ہی ختم ہو جائے۔ چنانچہ طے کیا کہ ابن ملجم، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، برک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور ابن بکیر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرے گا اور طے کیا کہ ایک ہی رات میں یکم رمضان، ۱۱ رمضان یا ۱۷ رمضان کو اُنہیں قتل کریں گے۔ پھر یہ تینوں شقی القلب (بدبخت) اپنے اپنے نامزد کردہ شخص کو قتل کرنے کے لئے ان شہروں کو روانہ ہو گئے۔ ان میں ابن ملجم سب سے پہلے کوفہ پہنچا اور دوسرے خارجیوں سے مل کر اُنہیں ارادے (منصوبے) سے آگاہ کیا کہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ۱۷ رمضان شب جمعہ شہید کر دوں گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری لمحاتِ زندگی: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۷ رمضان سن ۴۰ھ کو صبح بیدار ہونے کے بعد اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب سناتے ہوئے بتایا کہ میں نے آج رات حضور اکرم ﷺ سے شکایت کی ہے کہ آپ کی اُمّت کے نامناسب رویہ نے سخت نزاع (سخت اختلاف) پیدا کر دیا ہے۔ جواب میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم اللہ سے دعا کرو چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے کہ اے اللہ مجھے اس سے بہتر لوگوں میں پہنچا دے اور ان لوگوں پر بدتر شخص مسلط فرما دے۔ ابھی اتنا ہی بتا پائے تھے کہ مؤذن ابن نباح نے "الصلوۃ الصلوۃ" کی آواز دی تو آپ نماز پڑھانے کیلئے گھر سے روانہ ہو گئے۔ آپ راستے میں نماز کے لئے لوگوں کو اٹھاتے ہوئے جا رہے تھے کہ سامنے ابن ملجم آ گیا اور اس نے آپ پر تلوار سے اچانک اور بھرپور وار کیا کہ آپ کا سر پیشانی سے کنپٹی تک کٹ گیا اور تلوار دماغ تک جا پہنچی اتنے میں

[12] ذوالثدیہ (ذُوالثَّدِیَّۃ) کا اصل نام حرقوص بن زہیر التمیمی تھا۔ وہ خوارج کا ایک اہم فرد تھا اور جنگِ نہروان (38 ہجری/658 عیسوی) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ (س رضا)

لوگ جمع ہوگئے اور قاتل کو پکڑ لیا۔ زخم اگرچہ گہرا تھا۔ پھر بھی آپ جمعہ وہفتہ تک زندہ رہے اور شب اتوار آپ کی روح جسدِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپ کو حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے غسل دیا۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور رات کے وقت ہی آپ کو دارالحکومت کوفہ میں دفن کر دیا گیا۔ ابن ملجم جو پکڑا جاچکا تھا اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ٹوکرے میں ڈال کر آگ میں جلادیا گیا۔

درج بالا تمام واقعات ابن سعد نے طبقات میں تحریر کئے ہیں۔ میں نے ان کو اختصار سے لکھا ہے کیونکہ یہاں تفصیلی ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔ دوم یہ کہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ میرے صحابہ کے ذکر پر خاموش رہو چاہے کہ ان سے کوئی قتل ہی کیوں نہ ہوا ہو۔

سدی کہتے ہیں کہ ابن ملجم ایک عورت پر عاشق تھا وہ عورت بھی خوارج میں سے تھی اس کا نام قطام تھا اس نے حق مہر میں ابن ملجم سے تین ہزار درہم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر (بعد از قتل) مانگا تھا۔ مشہور شاعر فَرَزْدَق تمیمی نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے اشعار میں کہا ہے۔

فلم ارمهرا ساقد ذو سماحته کمهر قطام من فصیح و اعجم

ثلثته آلاف و عبد و قینته وضرب علی بالحساد المصمصم

فلا فهو اعلی وان غلا ولا قتل الا قتل ابن ملجم

ترجمہ منظوم:

کسی جوان مرد نے ایسا مہر نہیں دیکھا ہوگا جیسا کہ قطام کا مہر تھا عرب و عجم میں

تین ہزار درہم ایک غلام توانا اور زہر آلود چمکتی تلوار سے علی کا قتل

علی کے قتل سے بڑا مہر نہیں ہو سکتا اور ابن ملجم کے قتل سے بڑھ کر کوئی قتل نہیں ہو سکتا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار: ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں کہ خارجیوں کی طرف سے قبر مبارک کی بے حرمتی کے پیش نظر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کو ظاہر نہیں کیا گیا تھا۔ شُریک کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسد مبارک کو آپ کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ سے مدینہ منورہ منتقل کر دیا تھا۔ محمد بن حبیب کی روایت سے مبرد میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی نعش ہے جو ایک سے دوسری قبر میں منتقل ہوئی تھی۔ ابن عساکر میں سعید بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شہید ہوگئے تو آپ کے جسد مبارک کو پہلوئے رسول میں دفن کرنے کے لئے مدینہ لے جانے لگے۔ نعش ایک اونٹ پر رکھی تھی راستے میں رات کے وقت وہ اونٹ کسی طرف بھاگ گیا اور پھر اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا اسی لئے اہلِ عراق کا عقیدہ ہے آپ بادلوں میں پوشیدہ ہیں جب کہ بعض نے کہا ہے کہ وہ اونٹ تلاشِ بسیار کے بعد سرزمین بنوطے میں مل گیا تھا اور آپ کے جسد مبارک کو وہیں دفن کر دیا گیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ آپ کی عمر بوقت شہادت ۶۳ سال تھی۔ کچھ نے ۶۴ سال اور بعض نے ۶۵ سال بتائی ہے بعض نے ۵۸ سال بتائی ہے۔ شہادت کے وقت آپ کی ۱۹ باندیاں تھیں۔

حضرت علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی تاریخِ شہادت: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کوفہ میں ہوئی عمر مبارک تریسٹھ سال تھی۔ آپ کی نمازِ جنازہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور آپ کو رات کے وقت اندھیرے میں دفن کیا گیا۔ خلافتِ بنی العباس کے شروع تک آپ کا مزار پوشیدہ رہا۔

خلفاءِ ثلاثہ اور علی المرتضیٰ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم: ابن عساکر میں ہے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بصرہ آئے تو ابن الکواء اور قیس بن عبادہ نے کھڑے ہو کر پوچھا بعض کہتے ہیں کہ آپ سے حضور اکرم ﷺ نے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم ہی خلیفہ ہوگے بتائیں کہ یہ بات درست ہے؟ پھر یہ کہ اس معاملے میں آپ سے زیادہ صحیح کون بتا سکتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ غلط ہے حضور ﷺ نے کوئی ایسا وعدہ مجھ سے نہیں فرمایا تھا۔ جب کہ سب سے پہلے میں نے ہی آپ کی نبوت کی تصدیق کی تھی میں آپ ﷺ کی ذات پر جھوٹ نہیں تراشوں گا اگر آپ ﷺ نے اس طرح کا مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا ہوتا تو میں آپ کے منبر پر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کبھی کھڑا نہ ہونے دیتا۔ نیز یہ کہ کوئی میرا ساتھ دیتا یا نہ دیتا میں ان دونوں کو قتل کر دیتا۔ سب جانتے ہیں کہ حضور ﷺ کو نہ تو کسی نے اچانک قتل کیا اور نہ ہی آپ نے اچانک انتقال فرمایا بلکہ آپ تو کئی دن تک بسترِ عَلَالَت پر رہے۔ جب بیماری بڑھ گئی اور حسبِ دستور مؤذن نماز کی خاطر اطلاع دینے حاضر ہوا تو آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور اُنہوں نے حکم کی تعمیل میں نماز پڑھائی اور حضور اکرم ﷺ نے خود دیکھا۔

اسی دوران جب ایک زوجہ محترمہ (بی بی عائشہ صدیقہ) نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی کہ امام کے لئے ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو (رقت قلبی کے باعث) حکم مت دیجئے تو حضور اکرم ﷺ نے غصّہ میں فرمایا: تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتیں ہو۔ جاؤ کہہ دو کہ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی نماز پڑھائیں۔ جب حضور اکرم ﷺ کا وصال شریف ہوا تو ہم نے اس معاملے پر غور و فکر کے بعد اپنی دنیا کے لئے اسی شخص کو چُن لیا جس کو ہمارے دین (امامت) کے لئے حضور اکرم ﷺ نے پسند فرمایا تھا۔ نماز دین کی بنیاد ہے جب کہ دین اور دنیا دونوں حضور ﷺ کے دم قدم سے قائم ہیں اس لئے ہم سب نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعتِ خلافت کر لی نیز سچ اور حق یہ ہے کہ آپ اس کے اہل بھی تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کی خلافت پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں تھا اور نہ آپ کو نقصان پہنچانے کا کسی نے سوچا تھا اور نہ ہی آپ کی خلافت کا قلادہ (پٹہ) کسی نے اپنے گلے سے اتارا۔ اسی بناء پر میں نے بھی آپ کی اطاعت کا حق ادا کیا آپکے حکم پر لشکر کے ہمراہ کافروں سے جنگ لڑی۔ آپ نے بیت المال یا مالِ غنیمت سے جو دیا بخوشی قبول کر لیا۔ آپ نے جنگ کے لئے مجھے جہاں بھی بھیجا وہاں گیا اور خوب جنگ کی۔ میں نے ان کے حکم سے شرعی حدود بھی جاری کیں۔

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ فرمادیا تھا۔ وہ خلیفہ اوّل کے بہترین جانشین تھے سنّتِ رسول ﷺ کے پیروکار تھے۔ اس لئے میں نے بھی ان کی بیعت کر لی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر قطعاً کسی کو اعتراض نہیں تھا اور نہ کسی نے اُنہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت سے کوئی شخص بیزار نہیں تھا میں نے پہلے کی طرح حضرت عمر کے ہر حکم کی اطاعت کا حق ادا کیا۔ انہوں نے بھی مجھے جو کچھ دے دیا وہ میں نے لے لیا ان کے حکم پر میں نے جنگوں میں جاکر دشمنوں سے مقابلہ کیا اور آپ کے زمانے میں بھی میں نے شرعی حدود جاری کیں۔

البتہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت نزدیک آیا تب میں نے دل میں سوچا نیز حضور اکرم ﷺ سے اپنی قرابت، اسلام قبول کرنے میں سبقت، اپنے اعمال و فضائل پر غور کیا تو یہ خیال ضرور آیا کہ اب میری خلافت پر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شاید یہ خوف ہوا کہ کہیں وہ کسی ایسے شخص کو خلیفہ نہ بنادیں۔ جس کے اعمال کا حساب بھی خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر میں دینا پڑ جائے اس لئے انہوں نے اپنی اولاد کو خلافت سے نظر انداز کر دیا اگر کسی کو وہ خود نامزد کرتے تو اپنے بیٹے کو بناتے مگر انہوں نے ایسا کرنے کے بجائے خلافت کا مسئلہ چھ قریشیوں کے حوالے کر دیا اور ایک میں بھی، ان میں شامل تھا۔ جب خلیفہ کے انتخاب کے لئے ان چھ افراد کا اجتماع ہوا تو بھی میرے دل میں آیا کہ شاید اب مجھے خلیفہ منتخب کر لیا جائے اور یہ ارکان مجھ پر کسی دوسرے کو ترجیح نہیں دیں گے۔ اور یہ بار مجھ پر ڈال دیں گے۔ پھر عبد الرحمن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سب سے یہ وعدہ لیا کہ خلافت اللہ تعالیٰ جس کے نصیب میں کر دے ہم سب اس کی اطاعت کریں گے اور اس کے احکام پر عمل کریں گے۔ اس کے بعد حضرت عبد الرحمن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خود حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ پر بیعت کی اور میں سوچتا رہ گیا کہ میرا وعدہ اطاعت میری بیعت پر غالب آ گیا اور یہ وعدہ دوسرے کی بیعت کے لئے تھا بہر حال میں نے نہ صرف عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیعت کی بلکہ سابقہ خلفاء کی اطاعت کی طرح ان کے احکام پر بھی عمل کیا اور حقِ اطاعت ادا کرتے ہوئے ان کی قیادت قبول کی، جنگیں لڑیں، شرعی حدود نافذ کیں اور ان کی داد و خواہش قبول کی۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے پھر میرے دل میں خیال آیا کہ جن خلفاء سے میں نے لفظ بالصلوۃ کہہ کر بیعت کی تھی وہ فوت ہو گئے ہیں جن سے میں نے ایفائے عہد کیا وہ اب نہیں رہے۔ اس خیال کے تحت میں نے لوگوں سے بیعت لی۔ حرمین شریفین (مکہ و مدینہ) اور کوفہ و بصرہ کے باشندوں نے مجھ سے بیعت کر لی تو میرے مقابلے میں خلافت کے لئے وہ شخص سامنے آ گیا جو قرابت رسول ﷺ علم اور سبقت اسلام میں میرا ہم پلہ نہیں ہے اس لئے خلافت کا زیادہ حقدار اس کے مقابلے میں مَیں ہوں۔

فیصلہ حق: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ سے بڑھ کر کس کا فیصلہ ہو سکتا ہے جب آپ نے مُفَصَّل (تفصیلی) طور ارشاد فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ان تینوں حضرات (ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی خلافت حق ہے تو اب اس فیصلہ کے خلاف جو بھی آواز اٹھائے وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ کا منکر ہے۔

یارانِ مصطفی ﷺ سے علی المرتضیٰ کا پیار: حدیث شریف میں ہے ابو نعیم جعفر بن محمد سے روایت کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ نے ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا تھا: "اے اللہ مجھے ہدایت یافتہ خلفاءِ راشدین جیسی صلاحیت عطا فرما" مہربانی فرما کر ان ہدایت یافتہ خلفاء کے نام مجھے بتادیں یہ سنتے ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا: وہ میرے دوست ابو بکر و عمر فاروق (شیخین) رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں ان میں سے ہر ایک امامِ ہدایت اور شیخ الاسلام تھا وہ دونوں حضور اکرم ﷺ کے بعد قریش کے مُقتَدیٰ (پیشوا) تھے اور ان کے پیروکار ہی اللہ تعالیٰ کی جماعت میں داخل ہیں۔

یقینِ کامل: ابونعیم جعفر بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس فیصلے کے لئے ایک مقدمہ پیش کیا گیا۔ آپ وہیں دیوار کے نیچے سائے میں مقدمہ کی سماعت فرمانے بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ جناب یہ دیوار تو گرنے والی ہے (یعنی یہاں نہ بیٹھیں) آپ نے فرمایا: تم اپنا کام کرو میرا محافظ اللہ تعالیٰ ہے چنانچہ سماعت کے بعد جب فیصلہ سنا کر آپ وہاں سے اٹھ کر چلے تب وہ دیوار گری۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی)

طبرانی اور ابو نعیم نے زازان سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کسی بات کی تکذیب (جھوٹی بات منسوب) کی تو آپ نے فرمایا: اگر تو اپنی بات میں جھوٹا ہے تو میں تیرے حق میں بد دعا کر دوں اس نے کہا ہاں ضرور کیجئے۔ اسی وقت آپ نے اس کے لئے بد دعا کر دی اور وہ شخص اسی وقت اندھا ہو گیا۔

پانچ روٹیوں کی تقسیم کا واقعہ: زربن جیش سے مروی ہے کہ صبح کے وقت کھانے کے لئے دو آدمی بیٹھے اُن میں سے ایک کے پاس پانچ روٹیاں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ اسی دوران ایک شخص نے وہاں سے گزرتے ہوئے سلام کہا تو اُنہوں نے اس کو بھی کھانے میں شریک کر لیا۔ چنانچہ ان تینوں نے مل کر آٹھ روٹیاں کھائیں۔ تیسرے آدمی نے ان دونوں کو جاتے وقت آٹھ درہم دے کر کہا یہ میرے کھانے کی قیمت ہے اسے آپس میں بانٹ لیں۔ چنانچہ رقم بانٹنے پر دونوں جھگڑ پڑے۔ جس کی پانچ روٹیاں تھیں اس نے کہا کہ میں پانچ درہم لوں گا اور تمہیں تین روٹیوں کے تین درہم ملیں گے۔ تین روٹیوں والے نے کہا معاملہ روٹیوں کی تعداد کا نہیں ہے لہذا یہ رقم آدھی تمہاری آدھی میری ہو گی۔ دونوں آدمی یہ مقدمہ لے کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے آپ نے دونوں کی باتیں سنیں اور فرمایا کہ پانچ روٹیوں والے کی بات صحیح ہے اس کو قبول کر لو اور تم اپنے تین درہم وصول کر لو۔ یہ سنتے ہی تین روٹی والے نے کہا کہ میں تو راضی نہیں ہوں۔ یہ فیصلہ غیر مُنصِفَانَہ (انصاف کے بغیر) ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ فیصلہ صحیح ہے ورنہ تمہیں صرف ایک درہم ملے گا جب کہ تمہارے ساتھی کے حصّے میں سات درہم آئیں گے۔ اس نے کہا سبحان اللہ کیا عجیب فیصلہ ہے ذرا مجھے بھی تو سمجھائیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آٹھ روٹیاں ہیں۔ ایک روٹی کو تین آدمیوں نے کھایا گویا چوبیس (24) ٹکڑے ہوئے یعنی ایک روٹی کے تین ٹکڑے ہوئے جب کہ ہر آدمی نے آٹھ ٹکڑے کھائے۔ یہ اندازہ تو مشکل ہے کہ کس نے خود کتنے کھائے۔ تمہاری تین روٹیوں کے نو ٹکڑے ہوئے جس میں آٹھ تم نے کھائے اور مہمان نے تمہارا صرف ایک ٹکڑا کھایا اور تمہارے ساتھی کی روٹیوں سے سات ٹکڑے کھائے اس لئے تمہیں ایک ٹکڑے کی قیمت ایک درہم ملے گا اور تمہارے ساتھی کو سات ٹکڑوں کی قیمت سات درہم ملیں گے۔ یہ وضاحت سنتے ہی اس شخص نے پہلے والے فیصلے کو فوراً قبول کر لیا۔

جھوٹے گواہ کا فرار: مُصَنَّف ابن ابی شیبہ میں عطاء سے مروی ہے: ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دو افراد نے آکر گواہی دی کہ فلاں آدمی چور ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں افراد کے متعلق تفتیش فرمائی اور اُن سے فرمایا کہ میں جھوٹے گواہوں کو سخت ترین سزا دیتا ہوں اور کئی ایسوں کو دی بھی ہے پھر آپ نے ان دونوں افراد کو گواہی کے لئے بلایا تو پتہ چلا کہ وہ دونوں بھاگ گئے ہیں چنانچہ آپ نے ملزم کو چھوڑ دیا۔

عجیب فیصلہ: مُصَنَّف عبد الرزاق میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص اپنے ساتھ ایک آدمی کو لے کر حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ شخص کہتا ہے کہ میں نے رات تیری ماں کے ساتھ خواب میں زنا کیا ہے۔ آپ نے فیصلے میں فرمایا: خواب میں زنا کرنے والے کو دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سائے پر کوڑے ماریں جائیں۔ (یعنی یہ سزا کا مستحق نہیں ہے)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی: ابن عساکر میں بروایت جعفر بن محمد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اس پر نِعْمَ الْقَادِرُ اللہ لکھا تھا جب کہ عمر بن عثمان سے مروی ہے کہ آپ کی مہر کی عبارت یہ تھی، اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ

مدائنی کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں قیام پذیر تھے ایک عرب دانشور نے حاضر ہو کر عرض کیا اے امیر المؤمنین و اللّٰہ (اللہ کی قسم) آپ نے خلافت سنبھال کر مَسندِ خلافت کو نہ صرف زینت بخشی ہے بلکہ مقامِ خلافت کو عروج بخشا ہے نہ کہ خلافت نے آپ کو بلند فرمایا ہے۔ حقیقت میں خلافت آپ جیسی شخصیت ہی پر جچتی ہے یہی مدائنی مَجْمَعُ (الزوائد) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المال میں پہلے جھاڑو دیتے بعد میں نماز پڑھتے تاکہ بیت المال یہ گواہی دے کہ مسلمانوں سے بچا کر یہاں کچھ مال نہیں رکھا گیا ہے۔

علم نحو کا عطیہ: ابو القاسم زجاجی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب اَمَالِی میں بحوالہ چند رُوَاۃ (راویوں) لکھتے ہیں کہ ابو الاسود رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ گردن جھکا کر کسی گہری سوچ میں ہیں۔ میں نے پوچھا اے امیر المؤمنین آپ کس چیز میں غور و فکر فرما رہے ہیں۔ فرمایا: سننے میں آیا ہے کہ تمہارے شہر میں لغت میں کچھ تبدیلیاں کی جا رہی ہیں۔ اس لئے میں سوچ رہا ہوں کہ عربی زبان کے کچھ قواعد و اصول ترتیب دے دوں تاکہ زبان کی اپنی حیثیت برقرار رہے۔ میں نے عرض کی کہ یہ تو ہم پر بہت بڑا احسان ہوگا اور یہ اصول و قواعد آپ کے بعد ہمیشہ قائم رہیں گے۔ پھر تیسرے دن میں دوبارہ حاضر ہوا تو آپ نے ایک کاغذ میرے سامنے رکھ دیا جس پر بسم اللہ کے بعد لکھا تھا "کلام کی تین قسمیں ہیں اسم، فعل، حرف۔ اسم وہ جو اپنے مَوْسُوْم و مُسَمّٰی (جس شئے کا نام رکھا گیا اس) کی نشاندہی کرے اور فعل وہ ہے جو اس کی حرکت کو ظاہر کرے اور حرف وہ ہے جو نہ اسم ہو نہ فعل ہو البتہ لفظ کے معنی میں مدد دے۔" پھر فرمایا کہ تم اپنے علم کے مطابق اس میں اضافہ کر سکتے ہو۔ نیز فرمایا: اے ابو الاسود (رحمۃ اللہ علیہ) ہر چیز کی تین حالتیں ہوتی ہیں ظاہری، باطنی اور درمیانی، تیسری حالت پر اہل علم نے بہت کچھ لکھا ہے یہ تفصیل سننے کے بعد میں گھر آیا اور "حرف نصب، اِنَّ، لَیْتَ، لَعَلَّ، کَاَنَّ" لکھ کر آپ کی خدمت میں لے گیا۔ جسے دیکھ کر آپ نے فرمایا: تم نے "لٰکِنَّ" نہیں لکھا میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا: لٰکِنَّ بھی حروفِ ناصبہ ہے لہٰذا اس کو بھی ان میں شامل کر دو۔

پند سود مند: ابن عساکر میں ربیعہ بن ناجد سے مروی ہے: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ تمہاری حالت شہد کی مکھیوں جیسی ہونی چاہیے حالانکہ دوسرے پرندے شہد کی مکھیوں کو کمتر سمجھتے ہیں لیکن اگر اُنہیں یہ علم ہو جائے کہ اِن کے پیٹ میں کیسی بابرکت چیز پوشیدہ ہے تو وہ کبھی اُن کو حقیر نہ سمجھیں۔ اے لوگو! اپنی زبان و جسم میں یگانگت قائم کرو۔ اپنے اعمال اور قلوب میں تفریق (جدائیگی) نہ رکھو اس لئے کہ قیامت کے دن اِسی چیز کی جزا انسان کو ملے گی اور قیامت کے بعد وہ اُسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ جس سے دنیا میں وہ محبت رکھتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ ایسے کام کرو جو اللہ کے دربار میں منظور ہوں زیادہ سے زیادہ نیک صالح اعمال کرنے کی کوشش کرو نیز بغیر تقویٰ کے کوئی نیک عمل قبول نہیں ہوتا اور یہ حقیقت ہے جو عمل خلوصِ دل سے نہ ہو وہ قبول کیسے ہوگا۔

ترغیبِ عملِ صالح: یحییٰ بن جعدہ سے مروی ہے: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے حاملینِ قرآن تم قرآن پر عمل بھی کرو کیونکہ علم کے مطابق عمل کرنے والا ہی اصل میں عالم ہے یعنی عمل بھی علم کے مطابق ہو۔ ایسا وقت قریب ہے کہ لوگ علم تو حاصل کریں گے مگر اُن کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا اور ان کے ظاہر و باطن باہم مخالف ہوں گے۔ ان کے علم میں تضاد ہوگا وہ حلقہ میں بیٹھ کر خود کو دوسروں سے صاحبِ افتخار (بڑا) سمجھیں گے اور

نوبت یہاں تک جاپہنچی ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے برابر بیٹھنے پر ہی بھڑک اٹھے گا اور اسے اپنے برابر سے اٹھ کر دوسری جگہ بیٹھنے کو کہے گا۔ ایسے لوگوں کے اعمال ان کی مجلسوں تک محدود رہ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں پہنچیں گے۔ آپ نے فرمایا: اچھے کام کی توفیق اعلیٰ رہنما ہے۔ خوش اخلاقی بہترین دوست عقل وشعور، بہترین ساتھی اور ادب بہترین میراث ہے جب کہ غم وفکر، تکبر سے زیادہ بدتر ہیں۔

مسئلہ قَدْرُ (تقدیر کے مسئلہ) **کی وضاحت**: حارث سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے مسئلہ قَدْرُ (تقدیر کے مسئلہ) کی وضاحت پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ قَدْرُ (تقدیر) ایک اندھیری راہ ہے جس پر چلنا ناممکن ہے۔ اس نے دوبارہ پوچھا تو فرمایا کہ قَدْرُ (تقدیر) ایک بہت ہی گہرا سمندر ہے جس میں غوطہ لگانا مشکل ہے اور تم اس کی حقیقت کو نہ پاسکو گے۔ اس نے تیسری بار پوچھا تو فرمایا کہ مسئلہ قدر (تقدیر کا مسئلہ) اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا راز ہے جسے تم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے اس کی جستجو نہ کرو۔ مگر چوتھی بار اس نے اصرار کیا تو فرمایا کہ پھر وہ جیسے چاہے گا ویسے ہی تم سے کام لے گا۔ مزید فرمایا کہ ہر مصیبت اپنی اپنی انتہا تک ضرور پہنچتی ہے اور یہ رنج ومِحَن ایک مقام پر جاکر ختم ہو جاتے ہیں اس لئے عقل مند کو چاہیے کہ وہ آنے والے مَصائِب کو ٹالنے کی کوشش نہ کرے کیونکہ وہ اپنے مقام پر خود ہی ختم ہو جائیں گے ورنہ ہو سکتا ہے تمہاری تدبیریں تمہیں مزید مَصائِب میں جکڑ لیں۔

حکایت: ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سخاوت کی تعریف پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ بن مانگے کسی کو کچھ دے دینا یہ سخاوت ہے جب کہ مانگنے پر دینا بخشش ہے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ کہیں دور دراز علاقے میں رہتا تھا اور وہیں پر اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کچھ گستاخانہ باتیں کی تھیں۔ مگر اب آتے ہی اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف میں مبالغہ آرائی شروع کر دی۔ آپ نے فرمایا: جیسی تم تعریف کر رہے ہو اس طرح قطعاً نہیں ہوں، البتہ جو کچھ میرے متعلق تیرے دل میں ہے اس سے کہیں زیادہ ہوں یعنی بُرا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عبادت میں سستی کا پیدا ہو جانا دراصل مَعْصِیَتْ (گناہوں) کی سزا ہے نیز مَعْصِیَتْ (گناہوں) سے معاشی تنگ دستی اور لذّت ولطف میں کمی واقع ہو جاتی ہے نیز حرام کی کمائی کو مکمل اور بھرپور طریقے سے چھوڑنے کی کوشش پر رزقِ حلال کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ علی بن ربیعہ سے مروی ہے: ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حالتِ غصّہ میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا "اللہ تعالیٰ آپ کی اس حالت کو سلامت رکھے آپ نے فرمایا: تیرے سینے پر (یعنی تیری یہ خواہش نامکمل رہے گی)۔[13]

نوٹ: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اور مناقب بقدرِ ضرورت عرض کر دیئے۔ مزید تفصیل فقیر کی تصنیف "سوانح علی المرتضیٰ" میں پڑھئے۔

حالات خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضور سرورِ عالم ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ شیعہ صرف ایک انہی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مانتے ہیں تین کا انکار ہے۔ فقیر کی کتاب "اَلْقَوْلُ الْمَقْبُوْلُ فِیْ بَنَاتِ الرَّسُوْلِ" میں تفصیل دیکھئے۔

---

13) تاریخ الخفاء للسیوطی، الخلفاء الراشدون، الخلیفۃ الرابع: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص130، مکتبۃ نزار مصطفی الباز، الطبعۃ الاولی: 1425ھ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکمل حالات تاریخ الخلفاء سے منقول ہیں) (م)

تعارف سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا: رسول اللہ ﷺ کی چوتھی صاحبزادی کا نام نامی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا اور ان کی ولادت مبارک ۱ نبوی میں ہوئی تھی۔ اہلِ سِیَرُ (سیرت نگاروں) نے ابو بکر رازی کا قول نقل کیا ہے اور نبی کریم ﷺ کی اولادِ پاک کے بارے میں جو ابنِ اسحاق کا قول مروی ہے وہ اس کے متضاد ہے۔ سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنحضرت ﷺ کی جملہ اولادِ پاک کی ولادت قبل از نبوت ہوئی تھی[14] اور ابو بکر رازی کے منقول قول کے مطابق: سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادتِ پاک اظہارِ نبوت سے ایک سال بعد مُتَصَوَّر ہوتی ہے اور ابنِ جوزی کا قول ہے: نبوت کے ظہور سے پانچ سال پیشتر (پہلے) سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت ہوئی تھی[15] اور یہی روایت سب سے زیادہ مشہور ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سب سے چھوٹی شہزادی سیدہ فاطمہ سیدۃ النساء العالمین سیدۃ النساء اہل الجنۃ ہیں۔ آپ کے نام فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدہ کو اور آپ سے محبت رکھنے والے تمام مسلمانوں کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھا ہے[16] اور آپ کا نام بتول اس لئے ہے کہ آپ اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے بہ لحاظ فضیلتِ دین اور حُسن و جمال میں مُنْفَرِد تھیں اور آپ ماسوائے اللہ سے بالکل ہی بے نیاز تھیں۔[17]

آپ کا نام زَہرا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ زُہرَت بہجت اور حسن و جمال میں کمال پر تھیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اَلْقابِ زَکِیَّہ (پاک لقب والی) اور راضیہ بھی ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ جملہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ صورت و سیرت اور کلام کرنے میں مشابہت حاصل تھی اور آنحضرت کا یہ معمول تھا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب آتی تھیں تو آنحضرت کھڑے ہو جاتے تھے۔ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے اور ان کی پیشانی کو چوم لیتے تھے اور اُنہیں اپنی جگہ پر بٹھا لیتے تھے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ ان کے پاس جب تشریف فرما ہوتے تو وہ کھڑی ہو جاتی تھیں اور آگے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کا ہاتھ تھام لیتی تھیں اور آنحضرت ﷺ کو اپنی جگہ پر بٹھاتی تھیں۔[18]

تاریخِ نکاحِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: آنحضرت ﷺ غزوۂ بدر سے تشریف لائے ازاں بعد آپ نے سیدہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرما دیا تھا۔ یہ رمضان کا مہینہ اور ۲ھ تھا۔[19] بعض علماء نے کہا ہے کہ غزوۂ اُحد کے بعد ہوا تھا[20] اور شبِ عروسی ذوالحجہ کے مہینہ میں ہوئی تھی۔[21] دیگر ایک قول کے مطابق نکاح شریف رجب کے مہینہ میں ہوا تھا اور ماہِ صفر میں ہونے کا بھی ایک قول وارد ہوا ہے۔[22] آپ کا نکاح اللہ تعالیٰ کے

---

14) اتحاف السائل للمناوی. الباب الأول: في ولادتها وتسميتها ومحبته صلى الله عليه وسلم لها. ص23. مكتبة القرآن للطبع والنشر والتوزيع. القاهرة

15) تذكرة الخواص ابن الجوزی. الباب الحادی عشر. ذكر تزويجها وفضلها. ص 306. مكتبة النينوی۔ طهران

16) كنز العمال. كتاب الفضائل. الباب الخامس. الفصل الثاني في فضائل اهل البيت مفصلا. 109/12. الرقم 34224. مؤسسة الرسالة. الطبعة الخامسة. 1401ھ

الجامع الكبير للسيوطي. حرف الهمزة. الهمزة مع النون. أحاديث في الصغير وليست في الكبير. مرقمة برقم الصغير. 18/3. الرقم 7789/3300. الأزهر الشريف. القاهرة جمهورية مصر العربية. الطبعة: الثانية. 1426ھ

17) النهاية لابن الاثير. حرف الياء. باب الباء مع التاء. اللفظ: بتل. 94/1. المكتبة العلمية بيروت. ١٣٩٩ھ

غريب الحديث لابن الجوزي. حرف الباء. باب الباء مع التاء. 54/1. دار الكتب العلمية بيروت لبنان

18) الادب المفرد للامام البخاری. بَابُ الرَّجُلِ يُقَبِّلُ ابْنَتَهُ. ص 337. الحديث 971. المطبعة السلفية ومكتبتها– القاهرة. الطبعة: الثانية. 1379ھ

19) مدارج النبوۃ مترجم، دو ہجری کے واقعات کا ذکر، نکاح فاطمۃ الزہراء، 2/108، شبیر برادرز، اردو بازار۔ لاهور

20) اسد الغابة. تذكرة فاطمة بنت رسول الله ﷺ. 216/7. الرقم 7183. دار الكتب العلمية. دار. الطبعة: الأولى 1415ھ

الاستيعاب في معرفة الاصحاب. تذكرة فاطمة بنت رسول الله ﷺ. 1893/4. دار الجيل. بيروت. الطبعة: الأولى. 1412ھ

21) سبل السلام. كتاب النكاح. الباب الرابع باب الصداق. ينبغي تقديم شيء للزوجة قبل الدخول. 107/6. الرقم 970. دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع السعودية

22) اتحاف السائل للمناوی. الباب الثاني في تزويجها بعلي رضی الله عنهما. ص 33. مكتبة القرآن للطبع والنشر والتوزيع. القاهرة

حکم اور وحی کے مطابق کیا گیا تھا۔اس کی تفصیل آتی ہے۔ اس وقت آپ پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ کی عمر کی تھیں۔جب کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف ۲۱ سال تھی۔اس بارے میں اور بھی اقوال وارد ہوئے ہیں اور آپ کے نکاح کا واقعہ ۲ھ کے واقعات میں ذکر کیا گیا ہے۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مبارک سے امام حسن و حسین، حضرت محسن، زینب، امّ کلثوم اور سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تَوَلُّدْ (پیدا) ہوئے۔ حضرت محسن اور رقیہ چھوٹی عمر میں ہی وصال پا گئے تھے۔سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عبد اللہ بن جعفر کے نکاح میں آئیں اور سیدہ امّ کلثوم کی شادی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوئی۔ان کی اولاد سے کوئی باقی زندہ نہ رہا گو عمر ابن الخطاب سے سیدہ ام کلثوم کے ہاں زید نامی ایک فرزند تَوَلُّدْ (پیدا) ہوا۔[23]

فضائل:

(۱) حدیث صحیح میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان یوں بیان ہوئی ہے:

''فاطمة سيدة نساء اهل الجنة[24] الحسن والحسين سيد شباب اهل الجنة''[25]

(۲) صحیح روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''فاطمة بضعة منى من اذا ها فقد اذانى[26] فمن أغضبها أغضبنى''[27]

(۳) آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''لِفَاطِمَةَ: إِنَّ اللّٰهَ يَغْضَبُ لِغَضَبِكِ وَيَرْضَى لِرِضَاكِ''[28]

یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے غضب سے غضب فرماتا ہے اور ان کی رضا کے ساتھ راضی ہوتا ہے۔

سیرت نگار حضرات کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان دونوں کو آنحضرت ﷺ نے فرش پر بٹھایا اور ان کی دلجوئی فرمائی۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ سے پوچھنے لگے یا رسول اللہ! کیا یہ زیادہ آپ کو محبوب ہیں یا کہ میں زیادہ ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم سے زیادہ پیاری یہ ہیں اور ان سے زیادہ تم پیارے ہو۔[29] عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ صحیح روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ باہر تشریف فرما تھے۔ آپ اپنے جسم اطہر پر اون کی بُنی ہوئی ایک چادر لئے ہوئے تھے۔تو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آ گئے۔آنحضرت نے ان کو اپنی چادر مبارک میں داخل فرما لیا ازاں بعد حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما تشریف لے آئے انہیں بھی آپ نے چادر میں لیا۔ان کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے آنحضرت ﷺ نے انہیں بھی اپنی ردائے اقدس (چادر مبارک) میں داخل فرمایا۔اور یہ آیت پاک آنحضرت نے تلاوت فرمائی:

---

23) البداية والنهاية، سنة إحدى عشرة من الهجرة، بَابُ زوجاته وأولاده صلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فصل في ذكر أولاده عليه الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، 330/5، دار إحياء التراث العربي
عمدة المطالب فى انساب آل ابى طالب لابن عنبة الشيعى، الاصل الثالث: عقب امير المؤمنين، ص 63، مطبوعه نجف اشرف ـ الطبعة الثانية 1380ھ

24) صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب: مناقب قرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم، ومنقبة فاطمة بنت النبي رضى لله عنها، 1360/3، دار ابن کثیر، دار اليمامة ـ دمشق

25) سنن الترمذی، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابُ مَنَاقِبِ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، 121/6، الحديث 3781، دار الغرب الإسلامي بيروت

26) سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الشهادات، بَابُ مَنْ قَالَ: لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ، وَالْوَلَدِ لِوَالِدَيْهِ، 340/10، الحديث 20862، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان

27) صحيح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب: مناقب فاطمة رضى الله عنها، 1374/3، الحديث 3556، دار ابن کثیر، دار اليمامة ـ دمشق، الطبعة الخامسة، 1414ھ

28) المستدرک للحاکم، كِتَابُ مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، ذِكْرُ مَنَاقِبِ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ رضى الله عنها، 163/3، الرقم 4730، دار الكتب العلمية ـ بيروت، الطبعة الأولى 1411ھ

29) فضائل الصحابة للامام احمد، فَضَائِلُ عَلِيٍّ رضى الله عنه، 631/2، الحديث 1076، مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة الأولى 1403ھ
مسند الحمیدی، أَحَادِيثُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، 171/1، الحديث 38، دار السقا، دمشق، الطبعة: الأولى، 1996م

''انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا''[30]

اور پھر ان چاروں کے حق میں یوں ارشاد فرمایا: میں اس سے جنگ کروں گا جو اِن سے جنگ کرے گا اور اُس کے ساتھ میں صلح کروں گا جو اِن کے ساتھ صلح کرے گا۔[31]

فَقْرِ فاطمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا: ایک روز سیدِ کائنات ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں تشریف فرما ہوئے آپ نے دیکھا کہ اونٹ کے بالوں کا بنایا ہوا ایک موٹا لباس انہوں نے زیبِ تن فرمایا ہوا ہے اور بیٹھی ہوئی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی چشمانِ مبارک سے آنسو بہنے لگے اور ارشاد فرمایا کہ فاطمہ! آج دنیا کی تنگی اور سختی کے وقت تم صابر رہو تا کہ کل قیامت کے دن تمہیں جنت کی نعمتوں کا حصول ہو۔[32]

بھوک ختم: روایت کیا گیا ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صدرِ اقدس پر رکھا اور دعا فرمائی اے خدا! اِنہیں بھوک کی اَذِیَّتْ (تکلیف) سے نجات دیدے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد ہے کہ ازاں بعد کبھی مجھے بھوک کا احساس نہ ہوا۔ اس کا قصہ طویل حدیث میں وارد ہے۔[33]

حُبِّ نبی ﷺ: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے مولا (غلام) تھے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کبھی سفر پر روانہ ہوتے تھے تو سب سے آخر میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات فرماتے تھے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے قبل سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات فرماتے تھے[34] ازاں بعد آپ ازواجِ مطہرات کے حُجرات میں تشریف لے جاتے۔[35] محدّثین کرام نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ نبی کریم ﷺ آدمیوں میں سے کس کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، لوگ کہنے لگے مردوں میں سے؟ تو فرمایا کہ ان کے شوہر (حضرت علی)۔[36]

فائدہ: اس سے سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انصاف اور اہلِ بیت نبوت کے ساتھ آپ کی صداقت کا پتہ چلتا ہے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے۔ دیگر ایک حدیث میں یوں وارد ہوا کہ لوگوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ آدمیوں میں سے کس کو محبوب رکھتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ عائشہ کو، پھر لوگوں نے پوچھا کہ مردوں سے کس کو محبوب رکھتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ ان کے والد صاحب سب سے زیادہ پیارے تھے (دراصل) محبوب تو سب ہی تھے محبوبیت میں مختلف مراتب تھے۔[37]

---

30) المستدرک للحاکم، كِتَابُ مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ، وَمِنْ مَنَاقِبِ أَهْلِ رَسُولِ اللهِ رضي الله عنهم، 159/3، الحديث 4707، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى 1411ھ

31) سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب ما جاء في فضل فاطمة رضي الله عنها، 174/6، الحديث 3870، دار الغرب الإسلامي - بيروت، الطبعة: الأولى، 1996م

32) احیاء العلوم للامام الغزالی، كتاب الفقر والزهد، بيان تفضيل الزهد فيما هو من ضروريات الحياة، 233/4، دار المعرفة – بيروت

التذكرة الحمدونية، الباب الثامن والثّلاثون، فقر آل الرسول رضي الله عنهم، 86/8، دار صادر، بيروت، الطبعة الأولى 1417ھ

33) دلائل النبوة للبیهقی، جُمَّاعُ أَبْوَابِ دَعَوَاتِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسلم الْمُسْتَجَابَةِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي دُعَائِهِ لِابْنَتِهِ فَاطِمَةَ رضي الله عنها، 108/6، دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى 1408ھ

التذكرة الحمدونية، الباب الثامن والثّلاثون، فقر آل الرسول رضي الله عنهم، 86/8، دار صادر، بيروت، الطبعة الأولى 1417ھ

34) سنن ابی داود، كتاب الترجل، باب الانتفاع بالعاج، 140/4، الحديث 4213، المطبعة الأنصارية بدهلي الهند، عام النشر: 1323ھ

35) الاستيعاب، كتاب النساء وكناهن، باب الفاء، 1895/4، دار الجيل، بيروت، الطبعة: الأولى، 1412ھ

36) سنن الترمذی، ابواب المناقب، بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، 177/6، الحديث 3874، دار الغرب الإسلامي - بيروت، الطبعة: الأولى، 1996م

37) مدارج النبوۃ مترجم، دخترانِ نبی رضی اللہ عنھن، فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنھا، 535/2، شبیر برادرز، اردو بازار۔ لاهور

سیرت: حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے والدہ محترمہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مشاہدہ کیا ہے کہ گھر کی مسجد کے محراب میں ساری ساری رات نماز میں لگی رہتی تھیں۔ حتیٰ کہ صبح ہو جاتی تھی اور میں نے ان کو خود سنا کہ مسلمان اور مسلمانوں عورتوں کے واسطے بہت دعائیں مانگا کرتی تھیں اور اپنی ذات کے واسطے کوئی دعا نہ مانگا کرتی تھیں۔ پس میں نے پوچھا اے والدہ محترمہ! اس کی وجہ کیا ہے کہ آپ اپنی ذات کی خاطر کوئی بھی دعا نہیں کرتی ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹے! اوّل الجوار ثم الدار یعنی پہلے ہمسائے اور پھر اپنے گھر کے لئے۔ [38]

حضرت فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت کیا گیا ہے کہ وہ ایک روز سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آئے۔ اور سیدہ سے عرض کرنے لگے۔ خدا کی قسم! اے فاطمہ! نبی پاک ﷺ کے نزدیک آپ سے محبوب تر کسی کو نہیں دیکھا۔ اور خدا تعالیٰ کی قسم سوائے آپ کے والد محترم کے کسی کو میں نے آپ سے زیادہ محبوب نہیں رکھا۔ [39]

یہ اہلِ بیت اطہار ہیں۔ ان کے فضائل و مناقب حساب و شمار سے باہر ہیں۔ ان میں کچھ اہلِ بیت کے عنوان سے مُجْمَلْ ہیں اور کچھ حضرات امام حسن، حسین، علی اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مخصوص ہیں لیکن یہاں پر صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر کرنا ہمارا مقصود ہے لہٰذا اسی پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

اہلِ بیت کے معانی اور آیت پاک "انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس" کی تفسیر میں علمائے کرام کا بہت سا کلام ہے۔ وہ دوسرے مقامات پر مُفَصَّلْ (تفصیلاً) مذکور ہوا ہے۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کی رحلت: روز سہ شنبہ کی رات کو رمضان شریف کی تین تاریخ کو ۱۱ھ میں رسول اللہ ﷺ کے وصال سے چھ ماہ بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس دنیائے فانی سے کوچ فرمایا۔ مشہور اور صحیح قول یہی ہے۔ علاوہ دیگر اقوال بھی ہیں جو کہ صحت کو نہیں پہنچے ہوئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دورانِ شب البقیع شریف میں دفن کی گئی تھیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کی جنازہ کی نماز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی تھی۔ [40]

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگلے روز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ شکایت اور گلہ کیا کہ آپ نے کس بنا پر ہمیں خبر نہ کرکے نماز جنازہ کے شریف سے محروم رکھا ہے اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عذر پیش کیا کہ مجھے اس طرح سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی وصیت کے مطابق کرنا پڑا ہے۔ وہ یہ تھی کہ مجھے دورانِ شب دفن کیا جائے۔ اس لئے کہ نامحرموں کی نظر میرے جنازہ پر نہ پڑے۔ یہی عام طور سے لوگوں میں مشہور بات ہے لیکن روضۃ الاحباب وغیرہ کتب میں مذکور ہے اور روایات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت

---

38) مدارج النبوۃ مترجم، دخترانِ نبی رضی اللہ عنھن، فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنھا، 2/535، شبیر برادرز، اردو بازار۔ لاھور

39) فضائل الصحابة للامام احمد. وَمِنْ فَضَائِلِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضي الله عنه. 364/1. الحديث 532. مؤسسة الرسالة – بيروت. الطبعة الأولى 1403ھ

40) الطبقات الكبرىٰ. النساء. ذكر بنات رسول الله رضي الله عنهن. فاطمة بنت رسول الله رضي الله عنها. 23/8. دار الكتب العلمية ـ بيروت. الطبعة: الأولى. 1410 ھ

ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے ہی جنازہ کی نماز بھی پڑھائی تھی علاوہ ان کے حضرت عثمان بن عفان، حضرت عبد الرحمن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس وقت آئے تھے نبی کریم ﷺ کے ذکر پاک میں آخر پر یہ مذکور ہو چکا ہے۔[41]

سیدہ کی قبر مبارک: وہ جگہ جہاں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تدفین ہوئی اس کے بارے میں علماء کی مختلف رائے ہیں بعض کے نزدیک (مسجد) البقیع کے قبرستان میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبر شریف میں مدفون ہیں جہاں پر کہ دیگر تمام اہلِ بیت مدفون ہیں اور بعض کے نزدیک آپ اپنے گھر میں ہی دفن کی گئی تھیں اور وہ مسجد نبوی کے اندر رہے ان کا جنازہ گھر سے باہر لایا ہی نہ گیا تھا۔ اور وہیں پر آج کل بھی ان کی زیارت کیا جانا عام مشہور عمل ہے لیکن دوسرا قول وہ ہے کہ سیدہ کا مزار شریف مسجد بقیع میں موجود ہے اور اس کو "قبہ عباس" کہا جاتا ہے۔[42] اور جانب مشرق ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ زیارتِ بقیع میں اسے بیان کرتے ہیں اور اس میں نماز پڑھنے کی وصیت کرتے ہیں۔[43] اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال شریف کے بعد آپ کی جدائی اور غم میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عُزلَتْ گزیں (گوشہ نشیں) ہو چکی تھیں اور اس مقام پر مقیم ہو گئی تھیں۔ علاوہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہاں پر ایک گھر موجود ہے یہ گھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بقیع شریف میں لیا تھا **واللہ تعالیٰ اعلم**۔ قولِ اوّل صحیح ہے اور مطابق اخبار و آثار ہے۔

مروج الذهب میں مسعودی کا بیان: مروج الذہب میں مسعودی ذکر کرتے ہیں کہ امام حسن امام زین العابدین امام محمد باقر امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبور کی جگہ پر ایک پتھر ہے جس پر تحریر کیا ہوا ہے۔

"هذا قبر فاطمة بنت رسول الله ﷺ سيد نساء العالمين وقبر حسين بن علي وحسين بن علي وجعفر بن محمد (رضي الله تعالىٰ عنهم)"[44]

یہ پتھر ۳۳۰ھ میں ظاہر ہوا تھا۔ اور امام المسلمین حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دفن کے بیان میں مذکور ہوا ہے کہ ان کی یہ وصیت تھی کہ لوگوں کی طرف سے اگر مزاحمت نہ ہو تو مجھ کو نبی کریم ﷺ کے پہلو شریف میں دفن کر دیں بصورتِ دیگر مجھے میری والدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلو میں دفن کر دینا۔[45] مراد ہماری یہ ہے یہ جگہ ہی سیدہ کی قبر شریف میں مختار ہے۔

حکایت: ذخائر العقبیٰ میں محب طبری نے نقل کیا ہے کہ میرے ساتھ فی سبیل اللہ اخوت رکھنے والے ایک مرد صالح نے خبر دی کہ شیخ ابو العاص مرسی شاگرد ہیں شیخ ابو الحسن شاذلی کے یہ ابو العاص مرسی جس وقت بقیع شریف کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ تو قبہ "حضرت عباس" کے سامنے کھڑے ہو جاتے تھے اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت اقدس میں سلام پیش کیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے: اس مقام پر حضرت شیخ (شیخ ابو الحسن

41) مدارج النبوۃ مترجم، دخترانِ نبی رضی اللہ عنہن، فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، 2/536، شبیر برادرز، اردو بازار۔ لاہور

42) فتح القدير لابن الهمام، كتاب الحج، باب الهدى، مسائل منثورة، 183/3، دار الفكر، لبنان، الطبعة: الأولى، 1389 ھ

ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ، القسم الاول، ذكر موضع قبرها رضى الله عنها، ص 54، مكتبة القدسي۔ القاهرة، 1356 ھ

43) احياء العلوم، كتاب اسرار الحج، الباب الثانى، الجملة العاشرة في زيارة المدينة وآدابها، 260/1، دار المعرفة – بيروت

44) مروج الذهب، ذكر خلافة ابي جعفر المنصور، وفاة محمد بن جعفر الطالبى، 237/3، المكتبة العصرية۔ بيروت، الطبعة الاولىٰ 1425 ھ

45) اسد الغابة، حرف الحاء، باب الحاء و السين، الحسن بن على رضى الله عنها، 13/2، دار الكتب العلمية، سنة النشر: 1415 ھ

شاذلی) پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر کا انکشاف ہوا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ (شیخ ابوالحسن شاذلی) کو کشف میں ایک آیت کبریٰ ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ پر جو مجھے اعتقاد تھا اس کی وجہ سے میں ایک بڑا عرصہ اس اعتقاد پر ہی قائم رہا حتیٰ کہ وہ روایت میں نے دیکھی جو کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت مبارک کے بارے میں ابن عبدالبر سے نقل کی گئی ہے پس جو خبر حضرت شیخ (شیخ ابوالحسن شاذلی) نے اپنے کشف سے دی تھی اس پر میرا اعتقاد مزید بڑھ گیا اور فرماتے ہیں کہ شیخ (شیخ ابوالحسن شاذلی) کے کشف کے ذریعے مجھ پر حدیث کی صحت ثابت ہوگئی اور حدیث شریف سے کشفِ شیخ حق ثابت ہوگیا۔[46] واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح

دوسرے سال ہجری کے واقعات سے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح ہے۔[47] حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت شریفہ صحیح قول کے مطابق قبل از نبوت ہے پانچ سال جبکہ قریش نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی[48] کیونکہ سیلاب اس میں داخل ہوگیا تھا اور ان کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۲ھ میں کیا گیا۔ اس وقت رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ رجب میں شادی ہوئی۔ بعض علماء نے کہا ہے ماہ صفر میں اور بعض کے مطابق غزوہ احد کے بعد۔ (کذا فی جامع الاصول)

اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر شادی کے وقت سولہ سال تھی اور بعض کے مطابق اٹھارہ سال اور بعض نے پندرہ سال بتائی ہے[49] اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیس سال پانچ ماہ کے تھے۔[50] روایات میں آیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے درخواست کی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے وحی کا انتظار ہے اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی خواستگاری کی آنحضرت ﷺ نے وہی جواب دیا۔[51] اور مشکوٰۃ شریف میں آیا ہے کہ جب ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے درخواست کی تھی اس وقت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ ابھی صغیر سن ہے۔۔[52] اس کے بعد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ ان سے اہلِ خواص نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے سوال کرو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے آنحضور ﷺ سے شرم آتی ہے۔ نیز انہوں نے ابو بکر اور عمر کو انکار کردیا ہے تو مجھے وہ کیونکر دیں گے۔ ان سے کہا گیا تم آنحضرت ﷺ کے نزدیک ترین آدمی ہو ان کے چچا کے بیٹے ہو اور ابو طالب کے فرزند ہو، جاؤ اور شرم نہ محسوس کرو پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ کو سلام عرض کیا آنحضرت نے انکے سلام کا جواب دیا اور پوچھا کہ کس غرض سے میرے پاس آئے ہو۔ اے

---

46) ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ. القسم الاول. ذکر ما جاء في مهرها وكيف تزويجها. ص 54. مكتبة القدسي۔ القاهرة. 1356ھ

47) مدارج النبوۃ مترجم، دوہجری کے واقعات کا ذکر، نکاح فاطمۃ الزہراء، 2/108، شبیر برادرز، اردو بازار۔ لاہور

48) الطبقات الكبرىٰ. النساء. ذكر بنات رسول الله رضي الله عنهن. فاطمة بنت رسول الله رضي الله عنها. 16/8. دار الكتب العلمية۔ بيروت. الطبعة: الأولى. 1410ھ

49) اتحاف السائل للمناوی. الباب الثاني في تزويجها بعلي رضي الله عنهما. ص 33. مكتبة القرآن للطبع والنشر والتوزيع. القاهرة

50) الاستيعاب في معرفة الاصحاب. كتاب النساء وكناهن. باب الفاء. فاطمة بنت رسول الله رضي الله عنها. 1893/4. دار الجيل. بيروت. الطبعة: الأولى. 1412ھ

51) صحيح ابن حبان. القسم الثالث من أقسام السنن. النوع الثامن. ذكر وصف تزويج علي بن أبي طالب فاطمة رضي الله عنها. 203/4. الحديث 3283. دار ابن حزم ۔ بيروت. الطبعة الاولىٰ 1433ھ

52) مشكاة المصابيح. كتاب المناقب. باب مناقب علي بن أبي طالب. الفصل الثالث. 1723/3. الحديث 6104. المكتب الإسلامي ۔ بيروت. الطبعة الثالثة. 1985م

ابو طالب کے بیٹے! عرض کیا کہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لئے درخواست پیش کرنے آیا ہوں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مرحبا واھلاً'' اس سے زیادہ نہ کہا۔[53]

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا پس آنحضرت ﷺ پر ایسی کیفیت طاری ہو گئی جیسی کہ بوقت وحی ہوتی ہے اور آپ از خود رفتہ ہو گئے۔ اس کے بعد وہ کیفیت جاتی رہی اور آپ بحالِ خود آ گئے اور فرمایا اے انس! پروردگار عرش کی طرف سے جبریل علیہ السلام آئے اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرماتا ہے کہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ کر دو۔ اے انس جاؤ اور ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ اور زبیر اور انصار کی جماعت کو بلا لاؤ۔ پس یہ سب حضرات حاضر ہو گئے اور آنحضرت ﷺ نے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا: پس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور پھر شادی کرنے کی ترغیب دی اس کے بعد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا۔ چار سو مثقال چاندی حق مہر مقرر ہوا اور فرمایا: اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو قبول کرتا ہے اور راضی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے قبول کیا اور راضی ہوا۔[54] اس کے بعد چھواروں کا ایک تھال لیا اور لوگوں میں بکھیر دیا اور اس مقام پر فقراء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ مستحب ہے کہ نکاح خوانی کی تقریب میں شکر اور بادام لٹائے جائیں اور مواہبِ لدنیہ میں خطبہ نقل کیا گیا ہے۔

خطبہ نکاح:

الحمد للہ الحمد للہ بنعمۃ المعبود لقدرۃ المطاع بسلطانہ المرھوب من عذابہ و سطوتہ النافذ امرہ فی سمآئہ وارضیہ الذی خلق الخلق بقدرتہ ومیزھم باحکامہ واعزھم بدینہ واکرمھم بنبیہ محمد ﷺ ان اللہ تبارک اسمہ وتعالت عظمتہ جبل المصاہرۃ سببا لاحقا وامرا مفترضا وشح بہ الارحام والزم الانام فقال عزمن قائل وھو الذی خلق من المآء بشرا فجعلہ نسبا وصھرا وکان ربک قدیرا فامر اللہ تعالیٰ یجری الیٰ قضآئہ وقضاء یجری الیٰ قدرہ و لکل قضاء قدر ولکل قدر اجل ولکل اجل کتاب یمحوا اللہ مایشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب ثم ان اللہ امرنی ان تزوج فاطمۃ من علی بن ابی طالب۔ الخ

نکاح کے بعد: جزری نے اپنی حصن حصین میں حبان کی صحیح میں سے نقل کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کیا تو آپ گھر میں تشریف لائے اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ میرے لئے پانی لاؤ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لکڑی کا پیالہ لیا اور اسے پانی سے بھر کر لائیں۔ آنحضرت ﷺ نے اسے پکڑ کر اس میں اپنا لعابِ دہن ڈالا۔ اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ آگے آؤ وہ آئیں تو آپ نے وہ پانی اُن کے سینہ مبارک اور سر مبارک پر چھڑک دیا۔ اور فرمایا: اے خداوند! میں اسے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ اور اس کی اولاد کو بھی مردود شیطان سے۔ پھر فرمایا: اے فاطمہ! میری طرف پشت کرو انہوں نے ایسا ہی کیا تو آپ نے ان کے کندھوں کے درمیان پانی انڈیلا اور فرمایا: اے خداوند! میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتا ہوں آنحضرت ﷺ نے پھر فرمایا کہ پانی لاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

53) مشکاۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب علي بن أبي طالب، الفصل الثالث، 1723/3، الحدیث 6104، المکتب الإسلامي - بیروت، الطبعة الثالثة، 1985 م

54) تاریخ دمشق، حرف المیم، محمد بن دینار العرقي، 444/52، الرقم 6338، دار الفکر، عام النشر: 1415 ھ

ہیں کہ میں جانتا تھا جو کچھ آنحضرت ﷺ کرنا چاہتے تھے لہذا میں کھڑا ہو گیا میں نے پیالہ پانی سے بھرا اور لے آیا۔ پس آنحضرت نے اسے لیا اور اس میں اپنا لعابِ دہن ڈالا۔ اور مجھے فرمایا کہ آگے آؤ میں آیا تو آپ نے پانی میرے سر پر ڈالا اور میرے منہ پر بھی ڈالا ''اللھم انی اعیذہ بک وذریتہ من الشیطان الرجیم'' پھر فرمایا کہ اپنے اہل کے ساتھ آؤ۔[55] ''بسم اللّٰہ والبرکۃ''

فائدہ: بعض روایات میں آیا ہے کہ نکاح کے روز آنحضرت ﷺ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بعد از عشاء تشریف لائے پس آپ نے پانی کا ایک برتن اٹھایا اور اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور مُعَوِّذَتَیْنِ (سورہ فلق وناس) پڑھیں اور دعا کی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم فرمایا کہ اس پانی کو پئیں اور وضو کریں۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم فرمایا کہ وہ بھی اس پانی کو پئیں اور وضو کریں پھر آپ نے فرمایا کہ اے خداوند! یہ دونوں مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں خداوند! جس طرح تو نے مجھ سے پلیدی کو دور کیا ہے اور مجھے پاک فرمایا ہے ان دونوں کو بھی پاک فرمادے۔ اس کے بعد ان دونوں کو فرمایا کہ جاؤ اپنی خواب گاہ میں چلے جاؤ اور فرمایا اے خداوند! ان کے درمیان محبت اور اُلفت عطا فرما اور ان میں برکت دے اور ان کی اولاد میں بھی۔[56] ان کی پریشانی دور فرمادے اور ان کو نیک بخت کر دے اور ان پر برکت فرما اور ان سے بہت سی پاک اولاد پیدا فرما۔[57]

داماد کی طرفداری: خطیب نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب رسولِ خدا ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کیا۔ تو فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں۔ پس آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ اے میری بیٹی! تم کیوں روئی ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! آپ نے مجھے ایسے شخص کے ساتھ بیاہا ہے کہ جس کے پاس کوئی مال نہیں اور نہ کوئی چیز ہے۔ پس آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو راضی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ساری روئے زمین پر سے دو آدمیوں کو برگزیدہ فرمایا۔ ان دونوں میں سے ایک تمہارے والد ہیں اور دوسرے تمہارے خاوند ہیں[58] اور حاکم کی روایت میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت آئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کیا تو راضی نہیں ہے کہ میں نے تمہارا نکاح اس آدمی سے کیا ہے کہ جو از روئے اسلام مسلمانوں میں سب سے پہلا ہے اور علم کے اعتبار سے ان میں سے داناترین ہے اور تم میری امّت کی عورتوں میں سے بہترین ہو جیسے کہ مریم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنی قوم میں تھیں[59] اور طبرانی کی روایت میں آیا ہے کہ فرمایا: میں نے تمہیں اس سے بیاہا ہے جو دنیا میں نیک بخت ہے اور آخرت میں صالحین سے ہے[60] اور آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ ایک گھوڑا اور ایک زرہ میرے پاس ہے۔ آپ نے فرمایا کہ گھوڑا تمہارے لئے ضروری ہے لیکن زرہ کو تم فروخت کردو اور اس کی قیمت وصول کر کے میرے پاس لاؤ۔ پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زرہ چار سو اسی درہم کی فروخت کر دی اور پیسے آنحضرت کے پاس لے کر آئے۔ آنحضرت

55) حصن حصین مترجم، حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا نکاح، ص 157، ضیاء القرآن پبلشر

56) تفسیر روح البیان تفسیر سورۃ الفرقان، تحت آیۃ 232/6.54 ۔ دار الفکر – بیروت

57) الطبقات الکبری، ذکر بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،17/8 ۔ دار الکتب العلمیة – بیروت۔ الطبعة: الأولی، 1410 ھ 1990 م

58) تاریخ بغداد، باب الالف، ذکر من اسمه احمد، حرف الصاد من آباء الاحمدین، 418/4، دار الکتب العلمیة ۔ بیروت، الطبعة: الأولی، 1417 ھ

59) المعجم الکبیر، مسند النساء، بنات رسول اللہ رضی اللہ عنهن، ذکر تزویج فاطمة رضی اللہ عنها، 416/22، الحدیث 1030، دار الصمیعي الریاض / الطبعة الأولی، 1415 ھ

60) المعجم الکبیر، مسند النساء، بنات رسول اللہ رضی اللہ عنهن، ذکر تزویج فاطمة رضی اللہ عنها، 410/22، الحدیث 1022، دار الصمیعي الریاض / الطبعة الأولی، 1415 ھ

ﷺ نے ان میں سے ایک مٹھی بھر کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی تاکہ خوشی میں خرچ کردیں اور باقی امّ سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کردیئے۔ تاکہ وہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جہیز میں صَرْف کریں اور ان کا یہ کام سرانجام دیں اور گھر کا سازوسامان خریدیں۔[61]

گھریلو کام کی تقسیم: مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مقرر فرمادیا کہ اندرونِ خانہ کے کام مثلاً روٹی پکانا، جھاڑو دینا اور چکی پیسنا وغیرہ یہ کام فاطمۃ الزہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کریں گی اور باہر کے کام یعنی اونٹوں کو پانی پلانا اور بازار سے سامان خرید لانا وغیرہ یہ کام (حضرت) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سرانجام دیں گے[62] اور یا ان کی والدہ فاطمہ بنت اسد ان کے ساتھ قیام کریں اور روایات میں آیا ہے کہ آتش کے پاس بیٹھنے، روٹی پکانے اور گھر میں جھاڑو دینے اور چکی پیسنے سے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا اور ان کے ہاتھ بھی متاثر ہوگئے۔ سخت و شوخ ہوگئے۔ اور ان کا لباس بھی غبار آلود ہوگیا تھا ایک مرتبہ ایک خدمت گار طلب کرنے کے لئے آپ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آنحضرت نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی چیز سکھا دیتا ہوں جو خادم سے بہتر ہے جس وقت تم خوابگاہ میں جاؤ تو تینتیس بار سبحان اللہ پڑھ لو اور تینتیس بار الحمد للہ پڑھو اور چونتیس بار اللہ اکبر پڑھو۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ہرگز یہ ورد ترک نہ کیا بلکہ جنگِ صِفّیْن کی رات کو بھی۔[63]

اور مواہبِ لدنیہ میں کہا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولیمہ کھلایا اور اس زمانہ میں اس سے بہتر کوئی ولیمہ نہ تھا۔ انہوں نے اپنی زرہ کو ایک یہودی کے پاس گروی رکھا بعوض نصف پیمانہ جَو کے۔ اور ولیمہ میں چند صاع جَو اور کھجور اور حیش (دودھ سے مرکب بنا کر خشک کردہ) تھے۔[64] (رواہ احمد)

نکاحِ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا ذکر قرآن میں: بعض خوش نصیب خواتین کے نکاح کا ذکر قرآن مجید میں ہوا ہے جیسے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح بہ زید پھر حضور سرورِ عالم ﷺ سے جس کی تفصیل سورہ احزاب پارہ ۲۲ میں ہے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے:

کما قال اللّٰہ تعالیٰ ''وھو الذی خلق من الماء بشرا و صھرا وکان ربک قدیرا''[65] (پارہ ۱۹ سورۃ الفرقان)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے پانی سے بشر بنایا پھر اس کے رشتے اور سسرال مقرر کئے اور تمہارا رب قادر ہے۔

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کشف الاسرار میں مرقوم ہے کہ یہ آیت حضور علیہ السلام اور حضرت علی و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے حق میں نازل ہوئی جب حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کردیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورِ عالم ﷺ کے عم زاد (چچازاد بھائی) اور داماد تھے یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورِ عالم ﷺ کے نسباً میں شامل تھے اور صراحاً میں بھی یہ ابن سیرین کا قول ہے۔ (روح البیان)

---

61) ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ. القسم الاول. ذکر ما جاء في مهرها وكيف تزويجها. ص 28. مكتبة القدسي۔ القاهرة. 1356ھ

62) المصنف ابن ابی شیبة. كتاب أقضية رسول الله صلى الله عليه وسلم. 71/16. الحديث 31018. دار كنوز إشبيليا الرياض۔ السعودية. الطبعة: الأولى. 1436ھ

63) صحيح مسلم. كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار. بَابُ التَّسْبِيحِ أَوَّلَ النَّهَارِ, وَعِنْدَ النَّوْمِ. 84/8. الحديث 2727. دار الطباعة العامرة ۔ تركيا. عام النشر: 1334ھ

64) المواهب اللدنية. المقصد الاول. مغازيه وسراياه وبعوثه ﷺ. غزوة قرقرة الكدر. 236/1. المكتبة التوفيقية. القاهرة۔ مصر

65) سورة الفرقان: آية 54

نکاحِ فاطمہ و علی رضی اللہ عنہما عرشِ بریں پر: ایک روز حضور اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ آپ کے ہاتھ میں خوشبو دار پھول تھا آپ نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "اے سلمان! جاؤ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلالاؤ۔ حضرت سلمان نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ آپ کو حضور سرورِ کونین ﷺ بلا رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیوں؟ اور آپ کیا فرماتے ہیں؟ اور آپ کس حالت میں ہیں؟ انہوں نے عرض کی ہشاش بشاش اور شاداں و فرحاں۔ اس وقت ایسا لگتا تھا جیسے آپ کا چہرہ منور ماہِ تاباں اور شمعِ فروزاں ہو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (یہ) پھول حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیدیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس پھول کی بہت اچھی خوشبو ہے۔ حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ یہ پھول ان پھولوں میں سے ایک ہے جو حورانِ بہشتی نے میری لختِ جگر فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے نکاح کے وقت برسائے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا عقد کس کے ساتھ ہوا؟ آپ نے فرمایا: آپ کے ساتھ اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کی تفصیل یہ ہے کہ میں مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک فرشتہ حاضر ہوا جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے اس کا نام پوچھا تو اس نے اپنا نام محمود بتایا۔ اس نے عرض کی کہ مَیں تیسرے آسمان کے فلاں مقام پہ رہتا ہوں شب کا باقی تہائی حصہ رہتا تھا کہ مجھے آسمان کے طبقات سے ایک آواز سنائی دی جس میں تمام طبقات کے ملائکہ مقربین و روحانین و کروبین کو چوتھے آسمان کے ایک خاص مقام پر جمع ہونے کا حکم ہوا، وہ حسب الحکم جمع ہو گئے۔ اسی طرح مقعدِ صدق اور تمام بہشت اور جنّتہ الفردوس وغیرہ کے ملائکہ اور جنۃ عدن وغیرہ کے اعلیٰ درجات کے فرشتے جمع ہوئے، حکم ہوا کہ اے مقربانِ بارگاہ! اور اے خاصانِ بادشاہِ حقیقی! سورہ ''ھل اتیٰ علی الانسان'' پڑھو۔ سب نے مل کر نہایت خوش الحانی سے مذکورہ سورت پڑھی۔ پھر شجر طوبیٰ کو حکم ہوا کہ وہ اپنے اور بہشت کے خوشبو دار پھول برسائے۔ تاکہ فاطمہ و علی رضی اللہ عنہما کا نکاح پڑھا جائے۔ چنانچہ بہشت کے تمام درختوں اور طوبیٰ نے پھول برسائے۔ پہلے بتایا گیا ہے کہ طوبیٰ درخت کا پتہ پتہ بہشت کے تمام مکانات کے چپہ چپہ سے تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ طوبیٰ درخت نے حرکت کی تو بہشت کے مروارید اور موتی اور بہترین زیورات جھڑ پڑے۔ اس کے بعد حکم ہوا کہ ایک منبر لائیے جو کہ طوبیٰ کے درخت کے ایک زبرجد کے موتی کا دانہ تھا، اسے وہاں بچھایا گیا اور ساتویں طبقہ کا ایک حیل نامی فرشتہ بلایا گیا تمام ملائکہ سے فصیح ترین اور قادر الکلام (فصیح کلام کرنے والا) فرشتہ ہے وہ اسی منبر پر تشریف لایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور پیغمبرانِ عظام پر درود بھیجا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جبریل و میکائیل علیہما السلام کو بلاواسطہ بلا کر گواہ بنایا اور فرمایا کہ میں نے فاطمۃ الزہرا اور علی (رضی اللہ عنہما) کا عقد نکاح کیا اور میں ہی ان دونوں کا مُتَوَلّی ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جَنّاتِ عدن کے نیچے سے ایک بہترین اور روشن ترین بادل کو فرمایا کہ وہ موتیوں کی بارش برسائے۔ اس کے بعد جملہ رضوان وولدان و حورانِ بہشت نے موتی نچھاور کئے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے یہی خوش خبری اپنے محبوب ﷺ کو بھجوائی اور فرمایا کہ میں نے فاطمہ و علی (رضی اللہ عنہما) کا عقد (نکاح) آسمان پر کر دیا آپ ان کا عقد (نکاح) زمین پہ کیجئے۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرشتے کا بیان سن کر تمام مہاجرین و انصار کو بلایا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منہ کر کے فرمایا: اے علی! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہی حکم مجھے آسمان سے پہنچا ہے، میں نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح تم سے کر دیا آپ چار درہم مہر ادا کیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں نے قبول کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''بارک اللہ فیکما'' یعنی اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو برکت دے۔ (انسان العیون)

فائدہ: انسان العیون میں لکھا ہے کہ یہ نکاح ہجرت کے دوسرے سال ہوا اور ماہِ رمضان میں یہ رسم ادا کی گئی۔ اس وقت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارک پندرہ سال اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارک اکیس برس اور پانچ ماہ تھی۔ ولیمہ میں ایک بکرا ذبح کیا گیا جو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا۔ چند سیر جوار کی روٹیاں پکائی گئیں۔ اس وقت انصار کی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔

اہلِ بیت وصحابہ کرام کے تعلقات: مروی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرورِ عالم ﷺ سے بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ مانگا تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا تو بی بی صاحبہ خاموش ہو گئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیٹی! حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ کے ساتھ عقد نکاح کی درخواست کی ہے آپ کی کیا مرضی ہے؟ یہ سن کر بی بی صاحبہ رو پڑیں اور عرض کی ابا جان! آپ مجھے قریش کے غریب ترین انسان سے نکاح کے لئے فرماتے ہیں۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ بیٹی! میں نے خود نہیں فرمایا مجھے تو آسمان سے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے۔ بی بی صاحبہ نے عرض کیا تو پھر میں ویسے ہی راضی ہوں جیسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ راضی ہیں۔ اس سے قبل ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے بی بی صاحبہ کے عقد (نکاح) کے لئے عرض کیا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا: جیسے حکم ربانی ہو گا میں بھی انتظار کرتا ہوں تم بھی انتظار کرو۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے مشورہ دیا کہ آپ بھی حضور علیہ السلام سے بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کی درخواست کیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے دونوں حضرات سے فرمایا کہ آپ حضرات نے مجھے ایسے امر کا مشورہ دیا جس کا مجھے خیال تک نہ تھا۔ اس کے فوراً بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا عقد نکاح میرے ساتھ کر دیجئے۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا: آپ کے پاس مال کتنا ہے؟ عرض کی: ایک گھوڑا اور ایک زِرہ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: گھوڑے کی تو آپ کو جہاد کے لئے ضرورت پڑے گی البتہ اپنی زرہ بیچ ڈالئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زرہ چار سو اسی درہم میں بیچ ڈالی اور درہم حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ آپ نے وہ دراہم لے کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ بازار سے خوشبو وغیرہ خرید لائیے۔ پھر حضور علیہ السلام نے نکاح کا خطبہ پڑھا جس کے الفاظ مبارک یہ تھے۔

الحمد لله المحمود بنعمته المعبود بوحدانه الذی خلق الخلق بقدرته ومیزهم بحکمته ثم أن الله تعالیٰ جعل المصاهرة نسباوصهرا وکان ربک قدیرا ثم ان الله امرنی انا ازوج فاطمه من علی علی اربعماءة مثقال فضةارضیت یاعلی

یعنی جمیع محامد اللہ محمود کے لئے اس کی نعمت کے ساتھ جو وحدانیت میں واحد معبود ہے اور اس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا اور انہیں اپنی حکمت سے جدا کیا پھر اللہ تعالیٰ نے مصاہرہ کو نسب وصہر کا سبب بنایا اور تیرا رب قادر ہے۔ اس کے بعد مجھے حکم دیا کہ میں فاطمہ کا نکاح علی (رضی اللہ عنہما) سے کر دوں اور اس سے چار سو مثقال چاندی مہر کے عوض لوں (پھر آپ نے فرمایا) اے علی! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم اس سے راضی ہو،

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ پڑھا:

الحمدللّٰہ شکرا لانعمه وایادیه واشهدان لا اله الا اللّٰہ وحده لاشریک له شهادةتبلغه وترضیه

یعنی اس کی نعمتوں پر شکر و حمد ہے اور میں گواہی دیتاہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ایسی جو اس تک پہنچائے اور راضی کر دے۔

شادی کے بعد حصولِ برکت کا طریقہ: جب عقد نکاح کی رسم ادا ہوگئی تو حضور علیہ السلام نے کھجور کا ایک تھال منگوایا اور حاضرین کے سامنے رکھ کر فرمایا کہ لے جاکر تقسیم کر دو یہ علی و فاطمہ (رضی اللہ عنہما) کے ولیمہ کی دعوت ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا:

''لاتحدث شئیا حتیٰ تلقانی'' یعنی میرے حکم کے بغیر کسی سے بات نہ کرنا۔

اس کے بعد بی بی امّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لائیں اور بی بی صاحبہ کو گھر کے ایک کونے میں بٹھادیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر کے دوسرے کونے میں بیٹھے حتیٰ کہ حضور سرورِ عالم ﷺ تشریف لائے اور بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا:

''ائتونی بمآء'' یعنی پانی لایئے۔ بی بی شرم و حیا سے کپڑوں میں چھپی چھپی ایک پیالے میں پانی لائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ پیالہ لے کر اس میں کلی کی اور بی بی صاحبہ سے فرمایا: لیجئے اس پانی سے اپنی چھاتیوں اور سر پر چھینٹے ماریئے۔ اور فرمایا:

''اللھم انی اعیذھا بک وذریتھا من الشیطان الرجیم''

یعنی اے اللہ! میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتاہوں اور ان کے لئے شیطان رجیم سے پناہ چاہتاہوں۔

بعدہٗ پھر فرمایا: ''ائتونی بمآء'' یعنی پانی لایئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں سمجھ گیا کہ یہ میرے لئے ہو گا۔ اس لئے میں اٹھا اور پانی کا پیالہ بھر لایا آپ نے اسے لیکر کلی کر کے پیالے میں ڈال دی اور میرے لئے وہی حکم فرمایا جو فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو فرمایا تھا۔ پھر میرے لئے وہی دعا مانگی جو فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لئے مانگی تھی۔ اس کے بعد ہمارے لئے مشترکہ دعا مانگی، ''اللھم بارک فیھما وبارک علیھما وبارک لھما فی شملھما''

یعنی اے اللہ! ان دونوں میں اور ان دونوں کے لئے ان دونوں کے جِماع میں برکت عطا فرما۔

پھر سورۂ اخلاص اور مُعَوَّذَتَین (سورہ فلق وناس) پڑھیں اور مجھے فرمایا: ''ادخل باھلک باسم اللّٰہ والبرکۃ''

یعنی اپنی اہلیہ کو اللہ کے نام اور اس کی برکت سے لے جا۔

فاطمۃ الزھرا و علی (رضی اللہ عنہما) کا بستر مبارک: ان دونوں حضرات کا بستر مبارک بکرے کے چمڑے کا تھا، ایک کمبل تھا جسے سر کی طرف کرتے تو پاؤں کی جانب خالی ہو جاتی اور اگر پاؤں کی جانب پورا کرتے تو سر کی جانب خالی۔ ایک روز بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکارِ رسالت مآب

ﷺ سے شکایت کی کہ ہمارا محض بکرے کے چمڑے کا ایک بستر ہے جسے ہم رات کو آرام کرنے کے لئے بچھاتے ہیں اسی میں دن کو اونٹ کے لئے گھاس لاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

''یا بنیة اصبری فان موسیٰ بن عمران علیہ السلام اقام مع امراته عشر سنین لهما فراش الا عباء ة قطوانية''

یعنی بیٹی صبر کیجئے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا بستر دس سال تک صرف ایک قُطوَانِیَہ کی عُباَ (اوڑھنی) تھی اور بس۔[66]

فائدہ: قطوانیہ کوفہ کی بستی قُطوَان کی طرف منسوب ہے۔

نوٹ: مزید تفصیلی حالات سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سوانح عمری میں پڑھئے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى حَبِيْبِهِ الْكَرِيْمِ الْاَمِيْنِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

یکم جمادی الاوّل ۱۴۲۴ھ بروز جمعرات بعد صلوۃ الفجر

بہاول پور، نزیل کراچی باب المدینہ پاکستان بر مکان الحاج بشیر احمد اویسی

66)تفسیر روح البیان تفسیر سورة الفرقان، تحت آية 230/6،54، دار الفکر – بیروت

(صفحہ 25 سے 28 تفسیر روح البیان سے لیا گیا ہے)